﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴)

﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۳؍جنوری ۲۰۰۳ء | شمارہ ۱

۲۷؍شوال ۱۴۲۳ہجری قمری ۳؍صلح ۱۳۸۲ہجری شمسی

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تو یہ دعا کرتے۔

اے اللہ تو ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ کرنا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور اس سے پہلے ہی ہمیں بچا لینا۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب ما یقول اذا سمع الرعد)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

جب صبر اور صدق سے دعا انتہا کو پہنچے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔
دعا، صدقہ اور خیرات سے عذاب کا ٹلنا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

(۱۸؍جنوری ۱۹۰۳ء)۔ ”تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کا نام معلّق ہے اور دوسری کو مبرم کہتے ہیں۔ اگر کوئی تقدیر معلّق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے اور مبرم ہونے کی صورت میں وہ صدقات اور دعا اس تقدیر کے متعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ ہاں وہ عبث اور فضول بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ وہ اس دعا اور صدقات کا اثر اور نتیجہ کسی دوسرے پیرایہ میں اس کو پہنچا دیتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی تقدیر میں ایک وقت تک توقف اور تاخیر ڈال دیتا ہے۔

قضا معلّق اور مبرم کا ماٰخذ اور پتہ قرآن کریم ہی سے ملتا ہے۔ گو یہ الفاظ نہیں۔ مثلاً قرآن میں فرمایا ہے۔ ﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ (المومن:۶۱)۔ دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ اب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا قبول ہو سکتی ہے اور دعا سے عذاب ٹل جاتا ہے اور ہزارہا کیا کُل کام دعا سے نکلتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کُل چیزوں پر قادرانہ تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے پوشیدہ تصرّفات کی لوگوں کو خواہ خبر ہو یا نہ ہو مگر صدہا تجربہ کاروں کے وسیع تجربے اور ہزارہا دردمندوں کی دعاؤں کے صریح نتیجے بتلا رہے ہیں کہ اس کا ایک پوشیدہ اور مخفی تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ ضروری امر نہیں کہ اس کی تہ تک پہنچنے اور اس کی کُنہ اور کیفیت کو معلوم کرنے کی کوشش کریں جبکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ایک شے ہونے والی ہے اس لئے ہم کو جھگڑے اور بحث میں پڑنے کی کچھ حاجت نہیں۔

خدا تعالیٰ نے انسان کی قضاء و قدر کو مشروط بھی رکھا ہے جو توبہ خشوع و خضوع سے ٹل سکتی ہیں۔ جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان کو پہنچتی ہے تو وہ فطرتاً اور طبعاً اعمال حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے اندر ایک قلق اور کرب محسوس کرتا ہے جو اُسے بیدار کرتا اور نیکیوں کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے اور گناہ سے ہٹاتا ہے۔ جس طرح پر ہم ادویات کے اثر کو تجربہ کے ذریعہ سے پا لیتے ہیں اسی طرح پر ایک مضطرب الحال انسان جب خدائے تعالیٰ کے آستانہ پر نہایت تذلل اور نیستی کے ساتھ گرتا ہے اور رَبِّی رَبِّی کہہ کر اس کو پکارتا اور دعائیں مانگتا ہے تو وہ رؤیا صالحہ یا الہام صحیحہ کے ذریعے سے ایک بشارت اور تسلّی پا لیتا ہے۔ میں نے اپنے ساتھ بارہا اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھا ہے کہ جب میں نے کرب و قلق سے کوئی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا کے ذریعہ سے آگاہی بخشی۔ ہاں قلق اور اضطراب اپنے بس میں نہیں ہوتا۔ اس کا انشاء بھی فعل الٰہی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب صبر اور صدق سے دعا انتہا کو پہنچے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ دعا، صدقہ اور خیرات سے عذاب کا ٹلنا ایک ایسی ثابت شدہ صداقت ہے جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کا اتفاق ہے اور کروڑہا صلحا، اتقیا اور اولیاء اللہ کے ذاتی تجربے اس امر پر گواہ ہیں۔

نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دعا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدائے تعالیٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ اس کی غناء ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا اور تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہو۔ بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق سے اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے“ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱ تا ۳۔ مطبوعہ لندن)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی رأفت و رحمت کے ذکر میں انسانوں ہی نہیں جانوروں سے بھی شفقت و رحمت کے متعدد دلآویز واقعات کا روح پرور بیان

جلسہ سالانہ قادیان (انڈیا) کے نہایت کامیاب و بابرکت انعقاد کا تذکرہ

(قرآن مجید و احادیث نبویہ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رؤوف کا تذکرہ)

(خطبہ جمعہ ۲۷؍دسمبر ۲۰۰۲ء)

(لندن ۲۷؍دسمبر): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے آیت قرآنی ﴿یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ......الخ﴾ (سورۃ آل عمران۔ آیت ۳۱) کی تلاوت فرمائی اور گزشتہ خطبہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت رؤوف سے متعلق جو مضمون جاری تھا اس کو مزید آگے بڑھایا اور اللہ تعالیٰ کی رأفت و رحمت اور پھر حضرت نبی اکرم ﷺ کی رأفت و رحمت کے مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت فرمودہ آیتِ قرآنی کے ترجمہ کے بعد مختلف مفسرین کی تفسیر کا بھی مختصر ذکر فرمایا اور بتایا کہ یہاں جو اللہ تعالیٰ کے اپنی ذات سے ڈرانے کا ذکر ہے یہ لوگوں پر شفقت اور بھلائی ہی کے پیشِ نظر ہے تاکہ وہ ایسے کاموں سے اجتناب کریں جو ان کے لئے اس کی ناراضگی کو کھینچ لانے کا موجب ہو سکتے ہیں۔

حضور انور نے مختلف احادیث نبویہ کے حوالہ سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر فرض کر لیا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں اس میں سے صرف ایک حصہ رحمت اس نے دنیا پر تقسیم کی ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

سالِ نو مبارک ہو

آنحضرت ﷺ نے ہمارے لئے جو پاکیزہ سنت قائم فرمائی ہے اس سے ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت طلب کرتے اور ہر قسم کے شر اور فساد سے اس کی پناہ چاہتے تھے۔ روزمرہ کی زندگی میں ہر تبدیلی، ہر تغیر، ہر نئے دور کے آغاز پر تو خصوصیت سے ایسی دعاؤں کا اہتمام فرماتے تھے۔ دن طلوع ہوتا تو آپ دعا کرتے کہ خدایا میں تجھ سے اس دن کی ہر خیر مانگتا ہوں اور اس کے ہر شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ رات ہوتی تو رات کے ہر شر سے بچنے کی دعا کرتے اور اس میں مخفی خیر کے طالب ہوتے۔ نیا چاند نکلتا تو آپ دعا کرتے کہ اے اللہ! اسے ہم پر امن و ایمان کے ساتھ طلوع کر اور یہ چاند ہمارے لئے رشد و خیر کا چاند ہو۔ اسی سنت نبوی کی متابعت میں نئے سال کے آغاز پر ہماری یہ دلی تمنا اور دعا ہے کہ یہ نیا سال تمام بنی نوع انسان کے لئے خیر و برکت اور امن و سلامتی کا سال ہو۔ اور اس کا 'ہر دن چڑھے مبارک' 'ہر سب بخیر گزرے' خیر ہی خیر رہے، خیر کے رستے کھل جائیں۔ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا۔

عام طور پر دنیا میں دیکھنے میں آتا ہے کہ نئے سال کے آغاز پر مختلف حکمران اور سیاسی و مذہبی رہنما دنیا میں امن و سلامتی کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و خوشحالی کے لئے نیک تمناؤں کے پیغامات دیتے اور خصوصی دعائیہ تقریبات کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کتنے ہیں جن کے عمل ان کے ان لفظی بیانات سے موافقت رکھتے ہیں۔ اکثر تو یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتور قوموں کے لیڈر جو خود کو دنیا میں امن کے علمبردار کے طور پر پیش کرتے ہیں وہی ایسے اقدامات کرتے ہیں جن کے نتیجہ میں بجائے امن کے فتنہ و فساد اور بے امنی اور بے چینی اور انتشار کی آگیں بھڑکتی ہیں۔

لیکن ہمارے لئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع میں لازم ہے کہ ہم نہ صرف امن و امان اور ترقی و خوشحالی کی دعائیں کریں بلکہ اپنے عمل سے ان دعاؤں اور نیک تمناؤں کی صداقت کو ثابت کر کے دکھائیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا اسوۂ حسنہ یہی تھا۔ آپ دن رات بنی نوع انسان کے دکھوں کو دور کرنے اور ان کی سلامتی اور ترقی و خوشحالی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا آپؐ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لیں گے اس غم میں کہ لوگ کیوں امن کی راہوں کو اختیار کر کے سچے مومن نہیں بن جاتے۔

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے موافق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے تا کہ آپ پھر سے اس دین کو زندہ کریں جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا دین تھا۔ اور آپ کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ آپ زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے۔ پس اس دور میں دنیا میں حقیقی امن کا قیام جماعت احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اسوۂ محمدیؐ پر مضبوطی سے قائم ہو کر اخلاق محمدیؐ کے ذریعہ بنی نوع انسان کے دکھوں کو دور کر کے، ہر قسم کے جبر و استبداد اور ظلم و ستم کو مٹا کر اسے عدل و انصاف سے بھر دیں۔ چنانچہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بار بار اپنے خطبات و خطابات میں جماعت کو اس ذمہ داری کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کی برکت سے جماعت احمدیہ من حیث الجماعت خُلق محمدیؐ کے علَم کو بلند کئے ہوئے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ اس سلسلہ میں ہم حضور ایدہ اللہ کا ایک خطبہ جمعہ جو آپ نے ۸/اپریل ۱۹۹۴ء کو ارشاد فرمایا تھا الفضل کے اس شمارہ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ احباب جماعت اسے غور سے پڑھیں گے اور ان نصائح پر عمل کرنے کی بھرپور سعی کریں گے کہ اسی میں ہمارے لئے اور تمام دنیا کے لئے امن کی ضمانت ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے کئی مرتبہ فرمایا ہے کہ آپ کے عہد خلافت میں سو سال پہلے کی احمدیت کی تاریخ حیرت انگیز طور پر دہرائی جا رہی ہے اور سو سال پہلے کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور دعاؤں کا فیض ایک نئے رنگ میں اس دور میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اس پہلو سے جب ہم ۱۹۰۳ء کے الہامات پر نظر ڈالیں تو اس میں بڑی بڑی خوشخبریوں کا تذکرہ ہے۔ ۱۵/جنوری ۱۹۰۳ء کا حضور علیہ السلام کا ایک الہام ہے کہ "اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِنْ کُلِّ طَرَفٍ"۔ یعنی میں ہر ایک جانب سے تجھے اپنی برکتیں دکھاؤں گا۔ پس ان الٰہی وعدوں پر نظر کرتے ہوئے ہمیں اپنے محسن و منان خدائے تعالیٰ سے بھاری امیدیں ہیں کہ یہ نیا سال جماعت احمدیہ عالمگیر کے لئے بہت ہی بابرکت ثابت ہو گا۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو تقویٰ و راستی کے ساتھ ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور الٰہی بشارتوں کے مصداق بننے کی بھرپور سعی کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے محبوب آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت سیادت میں خدا تعالیٰ کے افضال و برکات کے تمام عالم میں بکثرت نزول کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اس کی رضا کی راہوں پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں۔ تا آنکہ یہ زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

پھول بھیجے ہیں چاند تاروں نے

پھول بھیجے ہیں چاند تاروں نے
غسل صحت کیا ہے پیاروں نے

آنسوؤں کے سفر میں ، حد کر دی
بھیگی پلکوں نے ، غم کے ماروں نے

آسماں سے بشارتیں اتریں
جن کو دیکھا نہ پہرے داروں نے

بارش غم میں کیا نبھایا ہے
عہد بیعت کو خاکساروں نے

معجزہ شفا سے پائی ہے
روشنی سی گناہگاروں نے

چرچا تیرا گلوں میں ، خوشبو میں
ذکر چھیڑا ترا بہاروں نے

ہے بچایا مجھے بھٹکنے سے
تیری یادوں کے مرغزاروں نے

میکدہ کیوں اداس ہے قدسی
بارہا پوچھا بادہ خواروں نے

(عبدالکریم قدسی)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ نمبر ا

کہ جب کوئی قوم خدا کا ذکر کرتی ہے تو خدا کے فرشتے اسے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب تلاوت قرآن کریم کے دوران رحمت کی کسی آیت پر پہنچتے تو توقف فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرتے اور جب غضب والی آیت پر پہنچتے تو توقف فرماتے اور اللہ کے غضب سے بچنے کی دعائیں کرتے تھے۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کی رأفت و رحمت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آپ نے خدا سے عرض کی کہ میں بعض دفعہ مومنوں سے ناراض بھی ہوتا ہوں اور اگر میں انہیں اس حالت میں سخت سست کہوں تو وہ بھی ان کے لئے رحمت کا موجب ہو جائے۔ آپ مومنوں کی بہت پردہ پوشی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بدُّو نے آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اسے زور سے کھینچا۔ آپ نے فرمایا کیوں نہ تم سے اس کا بدلہ لیا جائے تو اس نے کہا کہ بدلہ کا کیا سوال ہے۔ آپ بھی خدا کے ہیں اور آپ کا مال بھی خدا کا ہے۔ آپ میرے اونٹوں پر کچھ سامان لدوا دیجئے۔ حضور اکرمؐ مسکرائے اور اس کے ظالمانہ سلوک کا احسان کے ساتھ بدلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کے اونٹ پر ایک طرف جَو لادو دو اور دوسری طرف کھجوریں۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرتؐ کے جانوروں کے ساتھ شفقت کی متعدد مثالیں بھی بیان فرمائیں۔ آپ چہرہ پر مارنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے یہانتک کہ جانوروں کے چہرہ کو داغنے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی۔ آپؐ نے ایک لاغر اونٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے متعلق خدا سے ڈرو۔ ان پر اس وقت سوار ہو جب یہ صحتمند ہوں۔ حضور اکرمؐ نے مرغی یا جانور کو باندھ کر اسے تیروں کا نشانہ بنانے سے بھی منع فرمایا۔ ایک پرندے کے انڈے کو ایک دفعہ بعض صحابہ نے اٹھا لیا۔ وہ پرندہ سخت بے چین ہو کر شور کرنے لگا۔ حضور اکرمؐ نے سنا تو فرمایا کس نے اس کو تکلیف دی ہے چنانچہ آپؐ کی ہدایت پر اس کے انڈے کو واپس اس کے گھونسلے میں رکھ دیا گیا۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک چڑیا کے بچے کسی نے اٹھا لئے تو آپ نے منع فرمایا اور آپؐ کے ارشاد پر بچے واپس گھونسلے میں رکھے گئے۔ حضرت عائشہؓ ایک دفعہ ایک اڑیل اونٹ پر سوار ہوئیں اور اسے ادھر ادھر بھگانے لگیں تو حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ عائشہ نرمی اختیار کرو۔ آپؐ نے جانوروں کو تیز چھری سے ذبح کرنے کی ہدایت فرمائی تا کہ انہیں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح آپ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جانور کے دیکھتے ہوئے اس کے سامنے چھریاں تیز کی جائیں کہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔ آپؐ نے چوپایوں وغیرہ کو آپس میں لڑانے سے بھی منع فرمایا۔ حضور نے آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانوروں سے شفقت کا بھی مختصراً ذکر فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آخر پر قادیان کے جلسہ سالانہ کا ذکر فرمایا جس کا آج دوسرا روز تھا۔ حضور نے بتایا کہ اس وقت تک اس کی حاضری چالیس ہزار رہی ہے۔ اور کل آخری دن امید ہے ۵۵ سے ۶۰ ہزار تک پہنچ جائے گی کیونکہ قریب کی جماعتوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایسے وقت آئیں کہ ایک ہی دن میں واپس اپنے گھروں کو جا سکیں۔ بہت سی ممتاز شخصیات نے بھی اس میں شمولیت کی اور ایک خاص بات یہ کہ حضرت اماں جانؓ کے خاندان کے کچھ لوگ پہلی مرتبہ تشریف لائے۔ حضور نے فرمایا کہ کل یہ جلسہ اپنی تمام مقدس روایات کے ساتھ اختتام پذیر ہو گا۔ حضور نے تمام کارکنان اور شرکاء جلسہ کے لئے دعا کی بھی تحریک فرمائی۔

آنحضرت ﷺ کی سادہ زندگی

(رقم فرمودہ: سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ہمارے ہادی اور رہنما آنحضرت ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہو کر آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کُل دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ اس لئے آپؐ نے ہمارے لئے جو نمونہ قائم کیا وہی سب سے درست اور اعلیٰ ہے اور اس قابل ہے کہ ہم اس کی نقل کریں۔ آپؐ نے اپنے طریق عمل سے ہمیں بتایا کہ جذباتِ نفس جو پاک اور نیک ہیں ان کو دبانا تو کسی طرح جائز ہی نہیں بلکہ ان کو تو اُبھارنا چاہئے۔ اور جو جذبات ایسے ہوں کہ ان سے گناہوں اور بدیوں کی طرف توجہ ہوتی ہے ان کا چھپانا نہیں بلکہ ان کا مارنا ضروری ہے۔ پس اگر ہم تکلّف سے بعض ایسی باتیں نہیں کرتے جن کا ذکر ہمارے دین اور دنیا کے لئے مفید تھا تو ہم غلط کار ہیں۔ اور اگر وہ باتیں جن کا کرنا دین اسلام کی رو سے ہمارے لئے جائز ہے صرف تکلّف اور بناوٹ سے نہیں کرتے، ورنہ دراصل ان کے شائق ہیں تو یہ نفاق ہے۔ اور اگر لوگوں کی نظروں میں عزت و عظمت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو خاموش اور سنجیدہ بناتے ہیں تو یہ شرک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں ایسا ایک بھی نمونہ نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ آپؐ نے ان تینوں اغراض میں سے کسی کے لئے تکلّف یا بناوٹ سے کام لیا۔ بلکہ آپؐ کی زندگی نہایت سادہ اور صاف معلوم ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اپنی عزت کو لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں سمجھتے تھے بلکہ عزت و ذلّت کا مالک خدا کو ہی سمجھتے تھے۔

دینی پیشواؤں میں تصنّع

جو لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں انہیں یہ بہت خیال ہوتا ہے کہ ہماری عبادتیں اور ذکر دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوں اور خاص طور پر تصنّع سے کام لیتے ہیں تا کہ لوگ انہیں نہایت نیک سمجھیں۔ اگر مسلمان ہیں تو وضو میں خاص اہتمام کریں گے اور بہت دیر تک وضو کے اعضاء کو دھوتے رہیں گے اور وضو کے قطروں سے پرہیز کریں گے سجدہ اور رکوع لمبے لمبے کریں گے۔ اپنی شکل سے خاص حالت خشوع وخضوع ظاہر کریں گے اور خوب وظائف پڑھیں گے۔ مگر آنحضرت ﷺ باوجود اس کے کہ سب سے اَتْقٰی اور اَوْرَع تھے اور آپؐ کے برابر خشیت اللہ کوئی انسان پیدا نہیں کر سکتا۔ مگر باوجود اس کے آپؐ ان سب باتوں میں سادہ تھے اور آپؐ کی زندگی بالکل ان تکلّفات سے پاک تھی۔

بچہ کے رونے پر نماز میں جلدی

ابی قتادہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اِنّیْ لَاَقُومُ فِیْ الصَّلٰوۃِ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ کَرَاھِیَّۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ (بخاری کتاب الاذان باب من اخفّ الصلوۃ عند بکاء الصبی)۔ یعنی مَیں بعض دفعہ نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز کو لمبا کردوں۔ مگر کسی بچہ کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز کو اس خوف سے کہ کہیں مَیں بچے کی ماں کو مشقّت میں نہ ڈالوں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔

کس سادگی سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم بچہ کی آواز سن کر نماز میں جلدی کر دیتے ہیں۔ آج کل کے صوفیاء تو ایسے قول کو شاید اپنی ہتک سمجھیں کیونکہ وہ تو اس بات کے اظہار میں اپنا فخر سمجھتے ہیں کہ ہم نماز میں ایسے مست ہوئے کہ کچھ خبر ہی نہیں رہی اور گو پاس ڈھول بھی بجتے رہیں تو ہمیں کچھ خیال نہیں آتا۔ مگر آنحضرت ﷺ ان تکلّفات سے بری تھے۔ آپؐ کی عظمت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تھی نہ کہ انسانوں نے آپؐ کو معزز بنایا تھا۔ یہ خیال وہی کر سکتے ہیں جو انسانوں کو اپنا عزت دینے والا سمجھتے ہوں۔

جوتیوں سمیت نماز پڑھنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اَنَّہٗ سُئِلَ أَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّمْ یُصَلِّی فِی نَعْلَیْہِ قَالَ نَعْم۔(بخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی النعال) یعنی آپؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتیوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ ہاں پڑھ لیتے تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس طرح تکلّفات سے بچتے تھے۔ اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ وہ مسلمان جو ایمان اور اسلام سے بھی ناواقف ہیں اگر کسی کو اپنی جوتیوں سمیت نماز پڑھتے دیکھ لیں تو شور مچا دیں۔ اور جب تک کوئی ان کے خیال کے مطابق کُل شرائط کو پورا نہ کرے وہ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں آپؐ کا یہ طریق نہ تھا۔ بلکہ آپؐ واقعات کو دیکھتے تھے، نہ تکلّفات کے پابند تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے طہارت اور پاکیزگی شرط ہے اور یہ بات قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ پس جو جوتی پاک ہو اور عام جگہوں پر جہاں نجاست کے لگنے کا خطرہ ہو پہن کر نہ گئے ہوں تو اس میں ضرورت کے وقت نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔ اور آپؐ نے ایسا کر کے امّت محمدیہ پر ایک بہت بڑا احسان کیا کہ انہیں آئندہ کے لئے تکلّفات اور بناوٹ سے بچا لیا۔ اس اسوۂ حسنہ سے ان لوگوں کو فائدہ اٹھانا چاہئے جو آج کل ان باتوں پر جھگڑتے ہیں اور تکلّفات کے شیدا ہیں۔ جس فعل سے عظمتِ الٰہی اور تقویٰ میں فرق نہ آئے اس کے کرنے پر انسان کی بزرگی میں فرق نہیں آ سکتا۔

بِن بلائے دعوت پر آنے والے کے لئے اجازت طلب کرنا

حضرت ابن مسعود الانصاریؓ سے روایت ہے :قَالَ کَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَہٗ اَبُوشُعَیْب وَکَانَ لَہٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ۔فَقَالَ اصْنَعْ لِی طَعَاماً اَدْعُوا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ خامس خَمْسَۃَ فَدَعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَامِس خَمْسَۃ فَتَبِعَھُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِی ﷺ اِنَّکَ دَعَوْتَنَا خَامِس خَمْسَۃ وَھٰذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَہٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَکْتَہ۔ قَالَ بَلْ اَذِنْتُ لَہٗ۔ (بخاری کتاب الاطعمۃ باب الرجل یتکلف الطعام لاحوانہ)

آپ نے فرمایا کہ ایک شخص انصار میں تھا۔ اس کا نام ابوشعیب تھا۔ اور اس کا ایک غلام تھا جو قصائی کا پیشہ کرتا تھا۔ اسے اس نے حکم دیا کہ تو میرے لئے کھانا تیار کر کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار اور آدمیوں سمیت کھانے کیلئے بلاؤں گا۔ پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہلا بھیجا کہ حضورؐ کی اور چار اور آدمیوں کی دعوت ہے۔ جب آپؐ اس کے ہاں چلے تو ایک اَور شخص بھی ساتھ ہو گیا۔ جب آپؐ اس کے گھر پہنچے تو اس سے کہا کہ تم نے ہمیں پانچ آدمیوں کو بلایا تھا اور یہ شخص بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ اب بتاؤ کہ اسے بھی اندر آنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اجازت ہے۔ تو آپ اس کے سمیت اندر چلے گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کس طرح بے تکلفی سے معاملات کو پیش کر دیتے۔ شاید آپؐ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو چپ ہی رہتا۔ مگر آپؐ دنیا کے لئے نمونہ تھے۔ اس لئے آپ ہر بات میں جب تک خود عمل کر کے نہ دکھاتے ہمارے لئے مشکل ہوتی۔ آپؐ نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ سادگی ہی انسان کے لئے مبارک ہے۔ اور ظاہر کر دیا کہ آپؐ کی عزت تکلّفات یا بناوٹ میں نہیں تھی بلکہ آپؐ کی عزت خدا کی طرف سے تھی......۔

گھر کے اخراجات میں سادگی

آپؐ کی زندگی بھی نہایت سادہ تھی اور وہ اسراف اور غلوّ جو امراء اپنے گھر کے اخراجات میں کرتے ہیں آپؐ کے ہاں نام کو نہ تھا۔ بلکہ ایسی سادگی سے اپنی زندگی بسر کرتے کہ دنیا کے بادشاہ اسے دیکھ کر ہی حیران ہو جائیں۔ اور اس پر عمل کرنا تو الگ رہا یورپ کے بادشاہ شائد یہ بھی نہ مان سکیں کہ کوئی ایسا بادشاہ بھی تھا جسے دین کی بادشاہت بھی نصیب تھی اور دنیا کی حکومت بھی حاصل تھی مگر پھر بھی وہ اپنے اخراجات میں ایسا کفایت شعار اور سادہ تھا اور پھر بخیل نہیں بلکہ دنیا نے آج تک جس قدر سخی پیدا کئے ہیں ان سب سے بڑھ کر سخی تھا۔

امراء کی حالت

جن کو اللہ تعالیٰ مال و دولت دیتا ہے ان کا حال لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ غریب سے غریب ممالک میں بھی نسبتاً امراء کا گروہ موجود ہے۔ حتّٰی کہ جنگلی قوموں اور وحشی قبیلوں میں بھی کوئی نہ کوئی طبقہ امراء کا ہوتا ہے۔ اور ان کی زندگیوں میں اور دوسرے لوگوں کی زندگیوں میں جو فرق نمایاں ہوتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ خصوصاً جن قوموں میں تمدّن بھی ہو ان میں تو امراء کی زندگیاں ایسی پُر عیش وعشرت ہوتی ہیں کہ ان کے اخراجات اپنی حدود سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں پیدا ہوئے وہ بھی فخر وخیلاء میں خاص طور پر مشہور تھی اور حشم وخدم کو مایۂ ناز جانتی تھی۔ عرب سردار باجود ایک غیر آباد ملک کے باشندے ہونے کے بیسیوں غلام رکھتے اور اپنے گھروں کی رونق کے بڑھانے کے عادی تھے۔

عرب کے ارد گرد دو قومیں ایسی بستی تھیں کہ جو اپنی طاقت وجبروت کے لحاظ سے اس وقت کی کل معلومہ دنیا پر حاوی تھیں۔ ایک طرف ایران اپنی مشرقی شان وشوکت کے ساتھ اپنے شاہانہ رعب داب کو کل ایشیا پر قائم کئے ہوئے تھا تو دوسری طرف رُوم اپنے مغربی جاہ وجلال کے ساتھ اپنے حاکمانہ دست تصرّف کو افریقہ اور یورپ پر پھیلائے ہوئے تھا۔ اور یہ دونوں ملک عیش وطرب میں اپنی حکومتوں کو کہیں پیچھے چھوڑ چکے تھے اور آسائش و آرام کے ایسے ایسے سامان پیدا ہو چکے تھے کہ بعض باتوں کو تو اَب اس زمانہ میں بھی کہ آرام و آسائش کے سامانوں کی ترقی کمال کو پہنچ چکی ہے، نگاہِ حیرت سے دیکھا جاتا ہے۔ دربارِ ایران میں شاہانِ ایران جس شان و شوکت کے ساتھ بیٹھنے کے عادی تھے اور ان کے گھروں میں جو کچھ سامانِ طرب جمع کئے جاتے تھے اسے شاہنامہ کے پڑھنے والے بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اور جنہوں نے تاریخوں میں ان سامانوں کی تفصیلوں کا مطالعہ کیا ہے وہ تو اچھی طرح سے ان کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ دربارِ شاہی کے قالین میں بھی جواہرات اور موتی ٹنکے ہوئے تھے اور باغات کے نقشے زمرّدوں اور موتیوں کے صرف سے تیار کر کے میدانِ دربار کو شاہی باغوں کا مماثل بنا دیا جاتا تھا۔ ہزاروں خدام اور غلام شاہِ ایران کے ساتھ

رہتے اور ہر وقت عیش و عشرت کا بازار گرم رہتا۔

رومی بادشاہ بھی ایرانیوں سے کم نہ تھے اور وہ اگر ایشیائی شان و شوکت کے شیدا نہ تھے تو مغربی آرائش و زیبائش کے دلدادہ ضرور تھے۔ جن لوگوں نے رومیوں کی تاریخ پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ رومیوں کی حکومتوں نے اپنی دولت کے ایام میں دولت کو کس کس طریق پر خرچ کیا ہے۔

پس عرب جیسے ملک میں پیدا ہو کر جہاں دوسروں کو غلام بنا کر حکومت کرنا فخر کیا جاتا تھا اور جو روم و ایران جیسی مقتدر حکومتوں کے درمیان واقع تھا کہ ایک طرف ایرانی عیش و عشرت اسے لبھا رہی تھی تو دوسری طرف رومی زیبائش و آرائش کے سامان اس کا دل اپنی طرف کھینچ رہے تھے، آنحضرت ﷺ کا بادشاہ عرب بن جانا اور پھر ان باتوں میں سے ایک سے بھی متأثر نہ ہونا اور روم و ایران کے دامِ تزویر سے صاف بچ جانا اور عرب کے بت کو مار کر گرا دینا کیا یہ کوئی ایسی بات ہے جسے دیکھ کر پھر بھی کوئی دانا انسان آپؐ کے پاکبازوں کے سردار اور طہارت النّفس میں کامل نمونہ ہونے میں شک کر سکے۔ نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔

گھر کا کام خود کرنا

علاوہ اس کے آپؐ کے ارد گرد بادشاہوں کی زندگی کا نمونہ تھا، وہ ایسا نہ تھا کہ اس سے آپ وہ تأثر حاصل کرتے جن کا اظہار آپؐ کے اعمال کرتے تھے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا درجہ دے دیا تھا کہ اب آپؐ تمام مخلوقات کے مرجع افکار ہو گئے تھے۔ اور ایک طرف روم آپؐ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اور دوسری طرف ایران آپؐ کے ترقی کرنے والے اقبال کو شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور دونوں متفکر تھے کہ اس سیلاب کو روکنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ اس لئے دونوں حکومتوں کے آدمی آپؐ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ شروع تھا۔ ایسی صورت میں بظاہر ان لوگوں پر رعب قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ آپؐ بھی اپنے ساتھ ایک جماعت غلاموں کی رکھتے اور اپنی حالت ایسی بناتے جس سے وہ لوگ متأثر اور مرعوب ہوتے۔ مگر آپؐ نے کبھی ایسا نہ کیا۔ غلاموں کی جماعت تو الگ رہی گھر کے کام کاج کے لئے بھی کوئی نوکر نہ رکھا اور خود ہی سب کام کر لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت لکھا ہے کہ "اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ مَا کَانَ یَصْنَعُ فِی بَیْتِهٖ؟ قَالَتْ: کَانَ یَکُوْنُ فِی مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِی فِی خِدْمَةِ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ"۔ (بخاری، کتاب الاذان باب من کان فی حاجة اهله فاقیمت الصلوة فخرج) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ آپ اپنے اہل کی مہنت کرتے تھے یعنی خدمت کرتے تھے۔ پس جب نماز کا وقت آ جاتا تو آپؐ نماز کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔

اس حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ آپؐ کس سادگی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ اور بادشاہت کے باوجود آپؐ کے گھر کا کام کاج کرنے والا کوئی نوکر نہ ہوتا۔ بلکہ آپؐ اپنے خالی اوقات میں خود ہی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ مل کر گھر کا کام کاج کروا دیتے۔

اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے۔ کیا بے نظیر نمونہ ہے۔ کیا کوئی انسان بھی ایسا پیش کیا جا سکتا ہے جس نے بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھایا ہو کہ اپنے گھر کے کام کے لئے ایک نوکر بھی نہ ہو۔ اگر کسی نے دکھایا ہے تو وہ بھی آپؐ کے خدام میں سے ہوگا۔ کسی دوسرے بادشاہ نے جو آپؐ کی غلامی کا فخر نہ رکھتا ہو۔ یہ نمونہ کبھی نہیں دکھایا۔ ایسے بھی مل جائیں گے جنہوں نے دنیا سے ڈر کر اسے چھوڑ ہی دیا۔ ایسے بھی ہوں گے جو دنیا میں پڑے اور اسی کے ہو گئے۔ مگر یہ نمونہ کہ دنیا کی اصلاح کے لئے اس کا بوجھ اپنے کندھوں پر بھی اٹھائے رکھا اور ملکوں کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی مگر پھر بھی اس سے الگ رہے، اور اس سے محبت نہ کی اور بادشاہ ہو کر فقر اختیار کیا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپؐ کے خدام کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔ جن لوگوں کے پاس کچھ تھا ہی نہیں وہ اپنے رہنے کے لئے مکان بھی نہ پاتے تھے۔ اور دشمن جنہیں کہیں چین سے نہیں رہنے دیتے تھے۔ کبھی کہیں اور کبھی کہیں جانا پڑتا تھا۔ ان کے ہاں کی سادگی کوئی اعلیٰ نمونہ نہیں۔ جس کے پاس ہو ہی نہیں اس نے شان و شوکت سے کیا رہنا ہے۔ مگر ملکِ عرب کا بادشاہ ہو کر لاکھوں روپیہ اپنے ہاتھوں سے لوگوں میں تقسیم کر دینا اور گھر کا کام کاج بھی خود کرنا یہ وہ بات ہے جو اصحاب بصیرت کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں رہ سکتی۔

جماعت احمدیہ جنوبی کوریا کے آٹھویں سالانہ اجتماع کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: اظہر حسین جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کوریا)

جمہوریہ کوریا میں "چوسک" کے تہوار کی چھٹیوں میں کورین کثرت کے ساتھ قبرستانوں میں جاتے اور قبروں کی صفائی ستھرائی کرتے ہیں اور سارا خاندان قبر کے پاس کھانا کھاتا ہے۔ اسی طرح گھروں میں بھی محفلیں لگتی ہیں۔ اس موقع پر غیر ملکی تارکین وطن بھی اپنی محفلوں اور سیر وغیرہ کے پروگرام بناتے ہیں۔ ان چھٹیوں میں کوریا میں مقیم غلامانِ مسیح موعود علیہ السلام نے سالانہ اجتماع کی تیاری کی۔

جماعت احمدیہ کوریا کا آٹھواں سالانہ اجتماع ۲۰ ستمبر کو Uijangbu شہر کے قریب Song Chu کے خوبصورت پارک میں منعقد ہوا۔

ایک ماہ قبل سب دوستوں کو اس سے آگاہ کر دیا گیا۔ پارک کے گیٹ اور ہال تک کے راستہ کو مختلف قسم کے بینرز سے سجایا گیا۔ جلسہ میں شرکت کے لئے دارالحکومت سیول کے علاوہ پوسان، تھگیو، اوئی جنگ بو، انچن، آنسن، نام یگ جو وغیرہ سے بھی دوست تشریف لائے۔ احمدی دوستوں کے ساتھ کام کرنے والے بعض غیر از جماعت دوست بھی اس اجتماع میں شامل ہوئے۔

اس موقع پر سب کے لئے لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور احباب کی آمد کی وجہ سے لنگر خانہ نے جمعرات سے کام شروع کر دیا تھا۔

پہلا دن

اجتماع کا آغاز نماز جمعہ سے ہوا۔ مکرم احسان محمد باجوہ صاحب صدر جماعت احمدیہ کوریا نے خطبہ جمعہ میں جلسہ کے اغراض و مقاصد اور مہمان نوازی کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح بیان فرمائیں۔

نماز جمعہ اور کھانے کے بعد لوائے احمدیت لہرائے جانے کی تقریب ہوئی۔ جماعت احمدیہ کوریا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ لوائے احمدیت لہرایا گیا۔

اجتماع کی پہلی نشست کا آغاز مکرم صدر صاحب جماعت احمدیہ کوریا کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم صدر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں جلسہ کے اغراض و مقاصد اور احمدی اجتماعات کی امتیازی شان پر روشنی ڈالی۔ دعا کے بعد ظہر و عصر کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔

اس کے بعد فٹبال کا دلچسپ مقابلہ ہوا جس کے بعد نماز مغرب و عشاء ادا کی گئیں۔

رات کے کھانے کے بعد علمی مقابلہ جات ہوئے جن میں تلاوت، نظم و تقاریر شامل تھیں۔

دوسرا دن

دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا اور نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا۔

صبح کی سیر کے بعد مقامی کھیل "جگّو" جو بیڈمنٹن کی طرح نیٹ لگا کر فٹبال کے بال سے پیروں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے، کھیلا گیا جو بہت دلچسپ تھا اور دوست بہت محظوظ ہوئے۔

دس بجے دوسرے دن کی پہلی نشست کا آغاز مکرم شیخ محمد اعظم ندیم صاحب نائب صدر کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم شیخ صاحب نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے حوالہ سے دعوت الی اللہ کے موضوع پر خطاب کیا۔ خطاب کے بعد مکرم خالد محمود ناصر صاحب نے تربیت کے موضوع پر اور مکرم عصمت اللہ صاحب نے امانت داری کے موضوع پر خطاب کیا۔

اس کے بعد ایک دوست مکرم شکیل احمد صاحب بعمر ۲۴ سال جن کا تعلق کراچی سے ہے نے اپنے قبول احمدیت کے واقعات بیان فرمائے۔ یہ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی ہیں۔ اللہ انہیں استقامت عطا فرمائے، آمین۔ پھر مکرم طیب احمد منصور صاحب آف پوسان نے دیگر خدام کے ساتھ مل کر ترانہ 'خدام احمدیت' پر سوز آواز میں سنایا۔

کھانے کے وقفہ کے بعد دیگر ورزشی مقابلے ہوئے۔

اختتامی اجلاس

اختتامی اجلاس کا آغاز مکرم احسان محمد باجوہ صاحب کی صدارت میں ہوا۔ آپ نے اپنے خطاب میں عمومی نصائح کیں۔

پھر علمی و ورزشی مقابلہ جات میں امتیاز حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کئے۔ اور اختتامی دعا کروائی۔ دعا سے قبل خصوصیت کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ کی صحت و درازیٔ عمر کے لئے اور اسیران راہ مولیٰ کے لئے دعائیں کی گئیں۔ یوں جماعت احمدیہ کوریا کا دو روزہ سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بابرکت فرمائے اور اس کے بابرکت اثرات کو دائمی فرما دے۔

خطبہ جمعہ

آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سچی غلام، آپؐ کی طرف منسوب ہونے کا حق رکھنے والی جماعت اگر ہے تو وہ عالمگیر جماعت احمدیہ ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بھی قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کی امن کی ضمانتیں دی گئی ہیں۔ اس ضمانت کے نیچے آجائیں، اسی کا سایہ ہے جو امن بخشے گا

(قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے حوالہ سے ایک مسلمان کے اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر حقوق کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۸؍اپریل ۱۹۹۴ء بمطابق ۸؍شہادت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام بیت السلام (فرانس)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۔ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ۔(سورۃ انفال آیت ۶۴)

آج کے خطبے کے ساتھ بعض اجتماعات کا اعلان بھی کرنا ہے جو دنیا کے مختلف ممالک میں اس وقت منعقد ہو رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو مجلس خدام الاحمدیہ ضلع میرپور آزاد کشمیر کی طرف سے اطلاع ہے کہ ان کا خدام اور مجلس اطفال الاحمدیہ ضلع سرگودھا اور مجلس انصاراللہ ضلع جھنگ کا سالانہ اجتماع کل یعنی گزشتہ روز سے شروع ہے اور آج انشاءاللہ بروز جمعہ اختتام پذیر ہوگا۔ مجلس خدام الاحمدیہ فرانس کا آٹھواں سالانہ اجتماع آج ۸؍اپریل سے شروع ہو رہا ہے اور انشاءاللہ دو دن جاری رہے گا۔ اسی طرح مجلس انصاراللہ فرانس کا اجتماع بھی خدام ہی کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جماعت آئیوری کوسٹ کا (Coat de Ivore اس کو کہتے ہیں) ان کا تین روزہ سالانہ جلسہ آج ۸؍اپریل سے شروع ہو رہا ہے اور ۱۰؍اپریل تک جاری رہے گا۔ چونکہ آج فرانسیسی بولنے والے ممالک کے اجتماعات کی اکثریت ہے اس لئے انہیں اپنی ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی زبان ہی میں مبارکباد دیتا ہوں:

"Je vous souhaite beaucoup de succes a l'occasion de votre Jalsa."

اس کے بعد گوئٹے مالا ہے۔ گوئٹے مالا میں ایک بہت ہی عظیم الشان اجتماع منعقد کیا جا رہا ہے جس کا تعلق چاند سورج گرہن کی پیشگوئی سے ہے۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے بہت عمدہ ملک گیر انتظامات کئے ہیں کہ کثرت کے ساتھ نمائندگان وہاں پہنچیں اور سارے گوئٹے مالا کو اطلاع ہو جائے کہ آج سے سو سال پہلے ایک عظیم الشان پیشگوئی اپنی انتہائی شان اور غیر معمولی چمک دمک کے ساتھ پوری ہوئی جو پیشگوئی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس وقت سے تیرہ سو سال پہلے اپنے مہدی کی نشانیوں کے طور پر بیان فرمائی تھی۔ پس ان سب اجتماعات کو مَیں اپنی طرف سے اور عالمگیر جماعت احمدیہ کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور مبارکباد کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا اور یہ آپ کا ارشاد الحکم جلد نمبر ۶ نمبر ۲۹ صفحہ ۵۔ ۱۷؍اگست ۱۹۰۲ء سے لیا گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

''ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ یعنی کھیتی کی طرح ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے اور وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے ابھی بہت دور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ تبتّل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکر الٰہی میں ایک خاص رنگ ہو اور حقوق اخوان میں خاص رنگ ہو''۔

اس میں وہ چار مقاصد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں جن کے حصول کے بغیر جماعت احمدیہ اپنی بعثت کی غرض کو پورا نہیں کر سکتی اور ان میں سے پہلے تین مقاصد کو ایک ایک کر کے مَیں نے اپنے خطبات کا موضوع بنایا۔ سب سے پہلے ایک سلسلہ ''توحید باری تعالیٰ'' کے موضوع پر خطبات کا شروع ہوا۔ پھر اس کے بعد اسی ترتیب سے ''تَبَتُّل اِلَی اللّٰہ'' کی باری آئی۔ اور تَبَتُّل اِلَی اللّٰہ کے موضوع پر بھی ایک سلسلہ خطبات کا جاری رہا۔ پھر آج سے پہلے تیسرے نمبر پر ''ذکر الٰہی میں ایک خاص رنگ ہو'' کے موضوع پر بھی مَیں نے جماعت کو مخاطب کیا اور جس حد تک بن پڑی بڑی تفصیل سے اور گہرائی میں جا کر ذکر الٰہی کے موضوع کو جماعت پر خوب روشن کیا۔

آج اب آخری سلسلے کی باری آئی ہے یعنی حقوقِ اخوان میں بھی خاص رنگ ہو۔ یعنی یہ تمام باتیں جب پوری ہو جائیں۔ توحید کا خالص اقرار ہی نہیں بلکہ توحید کو اپنے رگ وپے میں سمو دیا جائے اور ہماری زندگی میں توحید سرایت کر جائے پھر اللہ کی طرف تَبَتُّل ہو اور دنیا سے انقطاع کر کے خالصۃً خدائے واحد کی طرف رجوع ہو پھر اس کے نتیجے میں ذکر الٰہی میں انسان بہت ترقی کرے۔ جب یہ تینوں منازل طے کر لے تب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کے حقوق ادا کر سکے۔ اس کے بغیر بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کا کسی انسان سے کوئی تصور نہیں باندھا جا سکتا، کوئی امید وابستہ نہیں کی جا سکتی۔

پس اب میں حقوقِ اخوان سے متعلق آپ کے سامنے بعض بنیادی امور رکھتا ہوں لیکن اس سلسلے میں جو ذہنی ترتیب مَیں نے دی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو آپس میں ایک دوسرے سے محبت اختیار کرنے کی تلقین کی جائے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہی تعلیم ہے کہ اسلام پہلے گھر سے شروع ہوتا ہے۔ اسلام جو **حقوق مسلمانوں کے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے مقرر فرماتا ہے ان حقوق کی ادائیگی کے بغیر بنی نوع انسان کی بھلائی کا دعویٰ کرنا بالکل بے سُود اور بے معنی ہوگا۔** پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن تھے جہاں تمام بنی نوع انسان کے لئے اور تمام جہانوں کے لئے مبنی بر رحمت تعلیم دی اسی طرح آپؐ نے بلکہ اس سے پہلے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی طرف متوجہ فرمایا اور دراصل اس طرح امّت مسلمہ کو تمام بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار کرنا مقصود تھا۔ پس اسی سنت کے مطابق مَیں نے پہلے ایسی احادیث چنی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے اقتباسات چنے ہیں جن میں جماعت کو آپس میں تعلقات سے متعلق نصیحتیں ہیں اور ان کو بتایا گیا ہے کہ کون کون سے امور ہیں جن کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ کون کون سے تعلقات کے مقاصد ہیں جنہیں وہ حرز جان بنائے رکھیں۔ یعنی اپنی جان کی طرح اپنے سینے سے لگائے رکھیں۔ یہ

مقصد اگر جماعت کے اندر حاصل ہو جائے تو پھر تمام بنی نوع انسان کو جماعت کا فیض خداتعالیٰ کے فضل کے ساتھ بلا تمیز مذہب وملت، قوم اور رنگ ونسل عام طور پر پہنچے گا اوراس کے ذریعے سے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقاصد یعنی بنی نوع انسان کو امّت واحدہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سچی غلام، آپؐ کی طرف منسوب ہونے کا حق رکھنے والی جماعت اگر ہے تو وہ عالمگیر جماعت احمدیہ ہے۔

عمومی تعلقات اور باہمی معاملات میں اخلاق سے متعلق جیسی پیاری تعلیم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو عطا فرمائی ہے۔ آپ تمام بنی نوع انسان کے مذاہب پر نظر ڈال کر دیکھ لیں اوّل سے آخر تک نظر دوڑائیں آپ کو حقیقت میں ایسی پیاری تعلیم، اتنے حسین انداز میں کوئی اور نبی دیتا ہوا دکھائی نہیں دے گا۔ حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ ہر نبی نے ویسی ہی تعلیم دی، اس سے ملتی جلتی تعلیم دی اور سب کے مقاصد بنیادی طور پر ایک تھے مگر جیسا کہ آپ اس تعلیم کو خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ میں سنیں گے، آپ کا دل گواہی دے گا کہ سب تعلیم دینے والوں میں سب سے آگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ آپؐ کا انداز بیان بہت ہی دلنشیں ہے۔ آپؐ کی بات تقویٰ کی گہرائی سے اٹھتی ہے اور گہرا دل پر اثر کر جاتی ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اور یہ ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے تھے کہ مومن دوسرے مومن کے لئے مضبوط عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے اور مستحکم بناتا ہے۔ آپؐ نے اس مفہوم کو واضح کرنے کے لئے اپنی انگلیوں کی کنگھی بنائی اوراس طرح اس عمارت کی گرفت کے مضبوط ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ (یوں کنگھی بنائی اور مضبوط ہاتھوں سے یوں تھام کر بتایا کہ مومن اس طرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں اور اس طرح ان کے اندر باہمی طاقت پیدا ہوتی ہے)۔ پس تمام کامیابیوں کی جڑ یہ اتحاد ہے جس کی طرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے زبان سے بھی نصیحت فرمائی اور ہاتھ کے اشارے سے بھی مضمون کو کھول دیا۔(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد)

ہر وہ مومن جو ایک دوسرے سے تعلقات میں ایسی مضبوطی رکھتا ہے جیسے ایک ہی انسان کے دو ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مقاصد کی پیروی کرنے والا ہے۔ جو ایسی طرز اختیار کرتا ہے کہ انگلیاں باہم پیوست ہونے کی بجائے ایک دوسرے کو کاٹنے لگیں اور ایک دوسرے کی مخالف ہو جائیں اس کا حقیقت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تعلق کاٹا جاتا ہے۔ پس وہ حرکت جو جماعت کی اجتماعیت کو طاقت بخشے، اجتماعیت کو مضبوط تر کرے، وہی حرکت ہے جو سنت نبوی کے تابع ہے۔ ہر وہ حرکت خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو اس مضمون کے مخالف ہو، وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کے مخالف بات ہے۔ پس اب سے اس بات کو سننے کے بعد اپنی زبانوں پر بھی نگاہ رکھیں، اپنے اعمال اور افعال پر بھی نگاہ رکھیں، اپنے تعلقات کو اس حدیث کے تابع کر دیں تاکہ جماعت احمدیہ متحد ہو کر پھر تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ یعنی محمد مصطفیٰؐ کے ہاتھ پر اکٹھا کرنے کی سعی کر سکے۔

ایک اور حدیث مسلم کتاب البرّ سے لی گئی ہے، یہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ مومنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے سے مہربانی سے پیش آنے میں ایک جسم کی سی ہے جس کا ایک حصہ اگر بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیداری اور بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البرّ والصلة باب تراحم المومنين وتعاطفهم و تعاضدهم)

بہت ہی پیاری مثال ہے اور ایک ایسی مثال ہے جسے ہر انسان اپنی ذات کے حوالے سے بہترین رنگ میں سمجھ سکتا ہے۔ ایک انسان کے پاؤں کی انگلی کے کنارے پر بھی درد ہو، ناخن کا آخری حصہ بھی بے چین ہو تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسے مریض مَیں نے دیکھے ہیں جن کے پاؤں کی انگلی کے ایک کونے میں کوئی گہرا زخم ہے، وہاں ٹیس اٹھتی ہے، بعض دفعہ بغیر زخم کے بھی ٹیس اٹھتی ہے اور ساری رات وہ سو نہیں سکتے، وہ بے قرار ہو کر آتے ہیں کہ اس بیماری نے ہمیں مصیبت میں ڈال رکھا ہے حالانکہ وہ پاؤں کی انگلی کا ایک کنارہ ہے۔ اور اگر ایسا ناسور ہو جائے کہ اسے کاٹ پھینکنا پڑے تو ساری روح بے چین ہو جاتی ہے اور انسان ہزار کوشش کرتا ہے، لاکھ جتن کرتا ہے کہ کسی طرح کوئی ایسا حکیم، کوئی ایسا ڈاکٹر، کوئی ایسا قابل طبیب میسر آجائے جو انگلی کو کاٹنے سے بچالے۔ پس یہ وہ کیفیات ہیں جو ہر انسان جانتا ہے، روزمرہ کے تجربے میں داخل ہے۔ اور اس سے اچھی مثال مسلمانوں کو ایک دوسرے سے ہمدردی کی دی جا ہی نہیں سکتی۔ اس سے اچھی مثال کسی انسان کے تصور میں آ ہی نہیں سکتی۔ زیادہ سے زیادہ لوگ مثالیں دیتے ہیں بچوں کے پیار کی یا دوسرے محبت کے رشتوں کی۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی مناسب حال مثال مسلمانوں کی اجتماعی شکل کے اوپر چسپاں ہونے والی نہیں دی جا سکتی۔

اس پہلو سے مَیں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ عالمگیر پر ایک احسان ہے اور اس احسان میں وہ تمام دنیا کی دوسری جماعتوں سے ممتاز ہے اور وہ لوگ جو فراست رکھتے ہیں ان کے لئے حق کی پہچان کے لئے ایک بڑی دلیل ہے کہ اگر پاکستان میں کسی ایک جگہ بھی کسی احمدی پر ظلم ہوتا ہے تو تمام دنیا کی جماعتوں میں بے چینی پھیل جاتی ہے۔ افریقہ کی ایسی دور دراز جماعتیں جہاں جدید ذرائع کی سہولتیں بھی نہیں پہنچیں، نہ سڑکیں ہیں، نہ تار ہے، نہ ٹیلیفون ہے، نہ دیگر آرام ہیں۔ جنگل کی بے آرامی میں وہ لوگ زندگی بسر کرتے ہیں مگر جب ان کو یہ اطلاع ملتی ہے کہ ہمارے بھائیوں میں سے کسی پر کسی ملک میں کہیں ظلم ہوا ہے تو شدید بے چین ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی طرف سے مجھے خط آنے لگتے ہیں، مجھ سے ہمدردیاں کرتے ہیں، دعائیں دیتے ہیں، کہتے ہیں اللہ کرے جلد جماعت کے ان مظلوموں کی تکلیف دُور ہو۔ جب کسی تکلیف کے دور ہونے کی خبر ملتی ہے تو بجلی کی لہروں کی طرح خوشیوں کی ایک برقی رَو سی دوڑ جاتی ہے اور ہر طرف سے ایک مسرت کا احساس ہونے کی اطلاعیں بھی ملنے لگتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے اسیران راہ مولیٰ جب آزاد ہوئے ہیں تو مَیں نے شروع میں اشارۃً ہی ٹیلی ویژن پر اس کا اعلان کیا تھا مگر جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے فراست عطا فرمائی ہے۔ وہ خاص انداز کو دیکھ کر سمجھ گئے

سیٹلائٹ

کہ یہی خوشخبری ہو گی کہ جماعت احمدیہ کے پرانے اسیر آزاد ہوئے ہونگے۔ اس کا دکھ ان کو زیادہ تھا اور یہ ان کا دریافت کر لینا اس پہلی بات پر بھی روشنی ڈال رہا ہے کہ ان کو گہری محبت تھی، گہرا تعلق تھا، اس غم میں مبتلا رہتے تھے۔ جب دیکھا کہ مَیں نے کہا کہ ایک بہت بڑی خوشخبری میں جماعت کو دینے والا ہوں تو انہوں نے یقین کر لیا کہ یہ وہی خوشخبری ہو گی اور پھر اس پر ایسی مسرت کا اظہار کیا ہے کہ اپنے قریبیوں، عزیزوں، رشتہ داروں کی بعض خوشیوں پر بھی اس طرح عالمگیر مسرت کا اظہار نہیں ہوا، نہ ہو

> اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ آثار ظاہر ہو چکے ہیں کہ ہم ایک امت واحدہ بن چکے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ وہ گہری ہمدردی رکھتے ہیں جس کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔

سکتا ہے بلکہ چھوٹے گاؤں میں بھی خوشیاں جب پہنچتی ہیں تو اس قدر مسرت نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں نے لکھا کہ ہم نے تو عیدیں منائی ہیں۔ آپ تو کہتے تھے کہ عید کے بعد ایک عید بعد میں آئے گی دو مہینے دس دن کے بعد۔ ہم نے تو یہ عید دیکھ لی اور عید پر عید یہ ہر روز عید بن چکی ہے۔ ایسا نشہ ہے اس خوشی کا کہ بچے بڑے سب اس میں مگن ہیں، ایک مستی کا عالم طاری ہے۔ پس یہ ثبوت ہے کہ آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سچی غلام آپ کی طرف منسوب ہونے کا حق رکھنے والی جماعت اگر ہے تو وہ عالمگیر جماعت احمدیہ ہے۔ کیونکہ یہ نشانی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے غلاموں کی اور سچے مومنوں کی بیان فرمائی ہے یہ آج جماعت احمدیہ کے سوا دنیا کی کسی اور جماعت پر اس طرح چسپاں نہیں ہوتی۔

بوسنیا کے مظلوموں کا جیسا غم جماعت احمدیہ نے کیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ یہ اندرونی تربیت اس پختگی کو پہنچ چکی ہے کہ جماعت کے دائرے سے چھلک کر عام مسلمانانِ عالم کی ہمدردی میں تبدیل ہو چکی ہے اور یہی وہ رخ ہے جس کی طرف جماعت کو مَیں بہت کوشش کے ساتھ دن بدن آگے بڑھا رہا ہوں تاکہ یہ چار مقاصد جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائے ہیں، یہ پورے ہوں تو ہم اس بات کے لئے پوری طرح تیار ہو جائیں گے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فیض آج ہمارے ہاتھوں تمام دنیا میں بانٹا جائے اور تمام دنیا کو ہم ایک امت واحدہ میں تبدیل کر دیں۔ اور یہ ضروری تھا کہ ہم پہلے خود ایک ہو جاتے اور مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ آثار ظاہر ہو چکے ہیں کہ ہم ایک امّت واحدہ بن چکے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ وہ گہری ہمدردی رکھتے ہیں جس کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔

ایک اور حدیث ہے بخاری کتاب المظالم باب لَایَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار ومددگار چھوڑتا ہے۔ یعنی اس کی مدد کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے۔ جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن پردہ پوشی فرمائے گا۔

یہ حدیث ترتیب میں پہلی حدیث کے بعد ہی آنی چاہئے تھی اور اس کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ وہ شخص جو خود تکلیف میں مبتلا ہو وہ چین پا ہی نہیں سکتا جب تک اس تکلیف کو دور نہ کرے۔ اور کوئی شخص اپنے وجود کے کسی حصے پر خود ظلم نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے بہت مشکل ہے کہ بعض دفعہ ضرورت کے وقت بھی اپنے جسم کو تکلیف پہنچائے۔ اگر کانٹا نکالنا ہو اور اس کے لئے سوئی چبھونی پڑے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں اور اکثر ہم میں سے جانتے ہیں کہ انسان کتنی کتنی احتیاطوں سے اس سوئی کی نوک کو زخم کے منہ میں داخل کرتا ہے تاکہ اس کی نوک پر آجائے اور بغیر تکلیف کے وہ باہر نکل آئے۔ اور ذرا سی بے احتیاطی ہو تو انسان تڑپ اٹھتا ہے۔ پس مومن کو جب یہ ذاتی تجربہ حاصل ہو گیا اور تمام مسلمانوں کی جماعت کی مثال ایک مومن کی ذات سے دے دی گئی تو اس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے مومن پر انسان ظلم کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جیسے اپنے بدن کو انسان تکلیف نہیں پہنچا سکتا اس طرح اپنے بھائی کو اگر وہ تکلیف پہنچائے تو وہ سچا مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ اس مثال کی حدوں سے باہر جا پڑے گا جو مثال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مومنوں کی جماعت یعنی اپنے سچے حقیقی غلاموں کی جماعت سے متعلق دی ہے۔ پس یاد رکھیں اوّل تو یہ توقع ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو آپ سے توقع ہے کہ آپ اپنے کسی بھائی کو کسی نوع کا دکھ نہیں پہنچائیں گے۔ ''پہنچائیں گے'' کی نصیحت میں ایک اور بات ہے، آپ کو یہ توقع ہے کہ ''پہنچا سکتے'' نہیں ہیں کیونکہ اس معاملے میں آپ بے اختیار ہیں۔ ہر بھائی آپ کے بدن کا جزو بن چکا ہے۔ جو تکلیف پہنچائیں گے وہ آپ کو محسوس ہو گی اور جو تکلیف مجبوراً پہنچانی پڑے وہ ضرور محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً بعض دفعہ انگلی کاٹنی پڑتی ہے اور مَیں ذاتی تجربے سے اس بات کا گواہ ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ قول سو فیصد بعینہٖ سچا ہے کیونکہ بعض دفعہ جب ایسی کارروائی کرنی پڑے کہ ایک شخص کو اس کے مسلسل ظلم کی وجہ سے جماعت سے کاٹ کر الگ پھینکنا پڑے تو اس طرح تکلیف پہنچتی ہے جیسے اپنے بدن کے کسی عضو کو کاٹ کر باہر پھینکنا پڑے۔

پس یہ وہ مثال ہے جو آپ کے اوپر کامل طور پر صادق آنی چاہئے اور پہلی توقع یہ ہے کہ آپ اپنے بھائی پر ظلم کر ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ تو آپ کا جزو بدن بن چکا ہے۔ دوسری یہ کہ اگر وہ تکلیف میں مبتلا ہو تو اس سے بے نیاز ہو کر آرام نہیں کر سکتے۔ جہاں جو تکلیف آپ کے سامنے آئے اور دور کرنے کے لحاظ سے آپ کی حد میں ہو، آپ کی پہنچ میں ہو، آپ ضرور کوشش کریں۔ اور اس پہلو سے بھی مَیں بہت مطمئن ہوں۔ اگرچہ جماعت میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ظلم کرتے ہیں اور دوسروں کے حق بھی چھینتے ہیں، اگرچہ ایسے لوگ بھی ہیں جو تکلیف دور کرنے کی بجائے تکلیف پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں، ان کے شر سے جماعت محفوظ نہیں رہتی مگر ایسے لوگ وہ ہیں جن کو رفتہ رفتہ تقدیر الٰہی نتھار کر ایک طرف کرتی چلی جا رہی ہے اور رفتہ رفتہ وہ ننگے ہو کر جب سامنے آتے ہیں تو وہ آپریشن کرنا پڑتا ہے جس کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔ مگر اس آپریشن کی دو قسمیں ہیں یہ مَیں اچھی طرح سمجھا دوں۔ ایک قسم ہے کہ اپنا جزو بدن کاٹا جا رہا ہے۔ ایک قسم یہ کہ غیر آپ کے بدن میں داخل ہو اور اس حد تک غیر اور تکلیف دہ ہے کہ آپ اسے نکال باہر پھینکنے میں راحت محسوس کرتے ہیں، دکھ محسوس نہیں کرتے۔

پس دو قسم کے لوگ ہیں جن کو بالآخر جماعت سے باہر نکالنا پڑتا ہے۔ ایک وہ جو شریر ہیں، جو فساد رکھتے ہیں اور فساد کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن کا حقیقت میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی جماعت یعنی جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رہتا بلکہ وہ بیرونی شریر ہیں جو جماعت میں گھس کر فتنہ پردازیوں سے کام لیتے ہیں اور محض ایک لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کو نکالنے کا دکھ نہیں ہوتا بلکہ جماعت، جس کو تکلیف پہنچا رہے ہوتے ہیں ان کی راحت کے خیال سے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اس لئے فرضی طور پر ایک بات اس رنگ میں نہیں کہنی چاہئے کہ گویا بہت اچھی بات کہی جا رہی

> اپنے میں سے گرے پڑے ایسے لوگوں کی بحالی کے لئے کوشاں ہوں جو بعض مجبوریوں یا حادثات کے نتیجہ میں اس حال کو پہنچ گئے ہیں۔ ان کے وقار اور عزت نفس کی حفاظت کی خاطر کوشش کریں کہ وہ کسی رنگ میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔

ہے خواہ حقیقت سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس مَیں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ بات کرتے وقت یہ احتیاط کی جائے کہ حقیقت کے دائرے سے وہ بات باہر نہ نکلے۔ پس ہر آپریشن کا دکھ نہیں پہنچتا۔ بعض جراحی کے عمل ایسے ہیں جن سے حقیقتاً راحت محسوس ہوتی ہے اور اس راحت کو محسوس کرنے میں مجھے کبھی شرم محسوس نہیں ہوئی۔ کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ یہ فتنہ پرداز اس جرم کی حد کو پہنچ چکا ہے کہ جس کے بعد یہ ہمارا جزو بدن نہیں رہا بلکہ غیر ہے جو اندر داخل ہو کر ان کو جو جزو بدن ہیں تکلیف پہنچا رہا ہے۔ پس جب ایک شیشے کا ٹکڑا پاؤں میں سے کھینچ کر باہر نکالا جائے، جب کہ ایک کانٹا نکالا جائے، جب کوئی دبی، چھپی ہوئی گولی اندر سے نکال کر باہر کی جائے تو کبھی تکلیف نہیں پہنچتی۔

یہ جھوٹ ہو گا اگر آپ یہ کہیں کہ ہمارے بدن سے ایک چیز نکلی اور ہمیں بڑا دکھ پہنچا۔ راحت محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس سارے ماؤف حصے کو چین آجاتا ہے جہاں اس بیرونی چیز نے ایک مصیبت بپا کر رکھی تھی۔ دکھ ان کا ہوتا ہے جو بعض دفعہ غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ جماعت احمدیہ کا ہی جزو رہتے ہیں، جماعت سے نکالنا ان کو بیقرار کر دیتا ہے، ان کی زندگیاں ان پر اجیرن ہو جاتی ہیں وہ جزو بدن ہی ہیں۔ لیکن بعض مجبوریوں کے پیش نظر بعض ایسی غلطیوں کے پیش نظر جن کو نظام جماعت نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ وہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوتا ہے، انہیں جب نکالنا پڑتا ہے یا انہیں جب سزا دینی پڑتی ہے تو حقیقتاً ایسی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے اپنے کسی بدن کے حصے کو انسان سزا دینے پر مجبور ہو جائے۔

اپنی طبیعت کے تجسسات پر نفرت کی نگاہ ڈالیں، ان کو چھوڑ دیں۔ یہ کمینی لذتیں ہیں ان سے گھروں کے امن اٹھ جاتے ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں:

''وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اسے بے یارومددگار نہیں چھوڑتا''۔ تکلیف دور کرنا ایک الگ بات ہے۔ بے یارومددگار نہ چھوڑنا ایک اور بات ہے۔ یعنی کئی لوگ آپ کو اپنی سوسائٹی میں ایسے دکھائی دیں گے جن کے پاس کوئی کام نہیں ہے، جو کئی قسم کی روزمرہ کی زندگی میں بقا کی جدوجہد میں تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور بظاہر وہ آپ سے الگ ہیں لیکن اگر ساری جماعت کو ان کی تکلیف کا احساس نہ ہو اور اپنے بے یارومددگار بھائیوں کی مدد کے لئے ذہن بے چین نہ ہو اور بے قرار نہ ہو تو پھر اس حدیث کا پورا اطلاق ان پر نہیں ہو گا۔ مسلمان کا حصہ تو ہیں کیونکہ وہ دکھ نہیں پہنچاتے اور واضح کھلا کھلا دکھ اگر کسی کو پہنچ جائے تو مدد بھی کرتے ہیں، ایکسیڈنٹ (Accident) ہو جائے یا اور بیماری کی تکلیف ہو تو کوشش کرتے ہیں کہ وہ دُور کی جائے لیکن مَیں اس سے اگلے مقام کی بات کر رہا ہوں۔ جس کی طرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا کوئی ناصر، کوئی معین، کوئی مددگار نہیں ہے۔ وہ اکیلے اپنی زندگی کی جدوجہد میں مخالف طاقتوں سے لڑ رہے ہیں اور مدد چاہتے ہیں۔ مگر ہو سکتا ہے ان کی غیرت کا تقاضا ہو وہ آپ کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ تلاش کریں ایسے لوگوں کو، نظر رکھیں ان پر، اور جو خدا تعالیٰ نے آپ کو صلاحیتیں بخشی ہیں، ان صلاحیتوں سے ان کو بھی حصہ دیں۔ اگر ایک شخص ہے جو تجارت نہیں جانتا اور آپ میں سے ایسا ہے جو تجارت کے فن سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالا مال کیا گیا ہے، خوب اچھی طرح اسے تجارت کے داؤ پیچ آتے ہیں اور وہ اللہ کے فضل سے ان سے بہترین استفادہ کر رہا ہے تو اس کا اس حدیث کی رو سے فرض ہو گا کہ وہ نظر دوڑائے، ایسے لوگ جو ان باتوں سے ناآشنا ہیں اور ضرورتمند ہیں نہ ان کو نوکریاں مل رہی ہیں، نہ کوئی اور کام میسر ہیں، ان کو اپنے ساتھ لگائیں، پیار کے ساتھ رفتہ رفتہ ان کو سنبھالیں اور اپنے پاؤں پر کھڑا کریں۔

یہ جو نصیحت ہے اس ضمن میں ایک احتیاط کی بھی ضرورت ہے اور ضروری ہے کہ آپ کو جس راہ پر چلایا جائے اس کے گڑھوں سے بھی واقف کیا جائے۔ اس راہ پر چلتے ہوئے جو چور اچکے ان راہوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں ان سے بھی واقفیت کرائی جائے ورنہ آپ آنکھیں بند کر کے یہ قدم اٹھائیں تو نقصان کا بھی خطرہ ہے۔ بعض لوگ اپنی بعض بد عادتوں کی وجہ سے اس حالت کو پہنچتے ہیں کہ ان کی مدد کرنا بھی نقصان کا سودا ہے اور ان کو اگر آپ اپنی تجارت میں شامل کریں گے تو ہرگز بعید نہیں کہ آپ کو شدید نقصان

پہنچا دیں۔ بعض لوگوں کو آرام سے زندگی بسر کرنے کی عادت ہو چکی ہوتی ہے۔ قرض لے کر وہ بے تکلفی سے کھاتے ہیں اور ان کو احساس نہیں ہوتا کہ جس بھائی سے وہ قرض لیا ہے اس کی بھی ضرورتیں ہیں۔ بعض تو بے حد مجبور ہیں، معمولی ضرورت کا قرض لے لیتے ہیں اور بے اختیار ہیں کہ واپس نہیں کر سکتے۔ ایسے بھائیوں کا فرض ہے جنہوں نے ان کو قرض دیا ہو کہ حتی المقدور ان سے نرمی کریں اور کوشش کریں کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر ان کے بوجھ اتار سکیں، ان کے قرض اتار سکیں۔ لیکن اگر نہیں تو معاف کرنے کا بھی سوچیں لیکن یہ اور طبقہ ہے۔

ایک ایسا طبقہ ہے جس کا ہاتھ قرض میں کھلا ہوتا ہے۔ اس کی روزمرہ کی زندگی کی ضرورت جس قناعت کے طریق سے پوری ہو سکتی ہے وہ نہیں پورا کرتے۔ وہ ایسا کھلا ہاتھ رکھتے ہیں جس کا خدا تعالیٰ نے ان کو حق نہیں دیا ہوا۔ ان کی معاشی حالت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ روک کر، تنگی ترشی کے ساتھ گزارہ کریں، اپنے بچوں کا بھی خیال رکھیں، اپنے مستقبل بنانے کی کوشش کریں۔ اس کی بجائے وہ کھلا ہاتھ خرچ کر کے یوں لگتا ہے جیسے بہت امیر کبیر لوگ ہیں۔ ایسے لوگ تجارت کے لائق نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کی جب تک اصلاح نہ کی جائے اس وقت تک اگر ان کو تجارتوں میں آپ شامل کریں گے تو یہ آپ کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔ اس لئے جو کھلے دل کے تاجر ہیں ان کو یہ احتیاط لازم ہے کہ اگر کسی بھائی کی مدد کریں تو اس کی اخلاقی قدروں پر نظر ڈالیں، اس کی صلاحیتوں پر نظر ڈالیں اور اس ضمن میں قرآن کریم کا ایک رہنما اصول ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔ قرآن کریم نے جہاں یتامی کی خبر گیری کی تعلیم دی ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ایسے یتامی ہوں جن کا مال بحیثیت قوم کے تمہارے سپرد ہو یعنی ان کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں، وہ چھوٹی عمر کے ہیں اور ان کے اموال ہیں جو قوم کے قبضے میں ہیں یعنی قوم کی طرف سے جو بھی نگران مقرر کئے گئے ہیں ان کے قبضے میں ہیں فرمایا وہ مال ان کو اس وقت تک نہیں لوٹانا جب تک ان میں رشد کے آثار نہ دیکھو، جب تک انہیں یہ سلیقہ نہ آجائے کہ خود اپنے مال کی کیسے حفاظت کی جاتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان گہرا اقتصادی بقا کا اصول ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ مال ان کا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ تم کون ہوتے ہو ہمارے مال پر تسلّط سے ہمیں روکنے والے۔ فرمایا کہ تم ان کو کہہ سکتے ہو کہ ہم تو کچھ نہیں لیکن ہمارا خدا تمہیں اس تصرف سے اس لئے روکتا ہے کہ تم اس بات کے اہل نہیں ہو۔ اس لئے قوم کو یہ حق دے دیا ہے کہ اپنے بیوقوفوں کے مال پر، ان کے اپنے مال پر بھی ان کو تصرف نہ کرنے دو جب تک رشد کے یعنی عقل اور فہم کے آثار ان میں نہ دیکھو۔ جب تک تربیت کر کے ان کو اس لائق نہ بنا دو کہ وہ خود اپنے مال کی حفاظت کر سکیں۔ پس اگر وہاں یہ اصول ہے تو جہاں آپ اپنا مال دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہوں خواہ وہ نیک نیتی سے رکھتے ہوں وہاں یہ احتیاطیں بدرجہ اولیٰ لازم ہیں۔ اگر ان احتیاطوں میں آپ نے پورے انہاک سے

ایسے لوگ جو اپنے بھائی کی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں جو جماعتی ضروریات کی خاطر اپنی ضروریات کو بھلا بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی سب ضروریات کا خود خیال رکھتا ہے اور بسا اوقات دعا کے لئے ہاتھ اٹھنے سے پہلے وہ ان کی ضروریات کو دعا سمجھ کر قبول فرما لیتا ہے اور ان کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔

کام نہ لیا تو ایسے لوگ پھر نقصان بھی پہنچا دیں گے اور پھر اکثر ایسے لوگ ناشکرے بھی رہتے ہیں۔ آپ ان کی مدد کریں گے، آپ ان کے سپرد کام کریں گے، کچھ پیسے کھا جائیں گے، کچھ تجارت کے مال کو نقصان پہنچائیں گے اور بعد میں باتیں بنائیں گے کہ ہمارا اس نے کھا لیا ہے۔ ہم نے اس کی خاطر اتنی محنت کی، ہم نے اس کے لئے ایسے ایسے ٹھیکے حاصل کئے اور آخر پر نکلا یہ کہ ہمیں دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ عمر بھر کی بدنامی آپ کے ساتھ لگی رہے گی۔ یہ تو درست ہے کہ اگر خدا کی خاطر آپ ایسا کریں گے، گرے پڑوں کو سہارا دینے کے لئے ایسا کریں گے تو آخرت کا اجر تو آپ کا یقینی ہے لیکن مومن کو تو ﴿فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً﴾ کی دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ سکھایا گیا ہے کہ محض ایسے کام نہ کرو کہ آخرت میں جن کا اجر دیکھو، ایسے کام کرو اور ایسے نیک پھلوں کی دعائیں کرو کہ اس دنیا میں بھی تمہیں حاصل ہوں اور تمہارے لئے فائدہ

مند ہوں اور آخرت میں تو بہر حال اس سے بہت زیادہ فوائد تمہارے انتظار میں، تمہاری امانت رکھیں گے۔ وہ کام گویا آپ کے نیک اجر میں امین بن جاتے ہیں۔

تو ان معنوں میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے میں سے گرے پڑے ایسے لوگوں کی بحالی کے لئے کوشاں ہوں جو کسی بدعادت کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض ایسی مجبوریوں یا حادثات کے نتیجہ میں اس حال کو پہنچ گئے ہیں۔ محض کچھ پیسے دے کر ان کو

> **اسلام جو حقوق مسلمانوں کے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے مقرر فرماتا ہے ان حقوق کی ادائیگی کے بغیر بنی نوع انسان کی بھلائی کا دعویٰ کرنا بالکل بے سُود اور بے معنی ہو گا۔**

زندہ رکھنا ان کی عزت نفس کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک آپ ان کو خود اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں کر لیتے وہ سوسائٹی کا ایک معزز جزو نہیں بن سکتے۔ آپ کے نزدیک معزز ہو بھی جائیں تو ان کا اپنا ضمیر ان کو ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا۔ اس لئے ان کے وقار اور ان کی عزتِ نفس کی حفاظت کی خاطر کوشش کریں کہ وہ کسی رنگ میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ لیکن اس رنگ میں کوشش نہ کریں کہ خود تو کھڑے نہ ہو سکیں، آپ کو بھی لے ڈوبیں اور آپ کو بھی اس حال کو پہنچا دیں جس حال کو وہ بدنصیب آپ پہنچے ہوئے ہیں۔ پس ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر جس حد تک ممکن ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بے یار و مددگار بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑیں۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے"۔

اور یہ بھی ایک ایسا ارشاد ہے جو سو فیصدی قطعیت کے ساتھ تجربے میں درست دکھائی دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص محض اپنی ضروریات کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے اور ہر وقت اس کے ذہن پر یہ دباؤ ہے کہ میری فلاں ضرورت پوری نہیں ہوئی، فلاں ضرورت پوری نہیں ہوئی۔ وہ خود بھی دعائیں کرتا ہے نیک ہونے کی وجہ سے، اور بسا اوقات مجھے بھی دعاؤں کے لئے لکھتا ہے اور اس کی تمام شخصیت کھل کر میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے کیونکہ اس کا فکر اس کا ہم و غم صرف اپنی ذات کے لئے ہے۔ ایک اور قسم کا احمدی بھی ہے جو اپنے لئے بھی دعا کے لئے لکھتا ہے، اپنے بعض دوسرے مجبور بھائیوں کے لئے بھی دعا کے لئے لکھتا ہے اور فکر کرتا ہے کہ اس کو یہ تکلیف ہے، اس کو یہ تکلیف ہے اس کے لئے بھی دعا کریں، اس کے لئے بھی دعا کریں۔ اس کی شخصیت بھی کھل کر میرے سامنے آجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی غلامی کے دائرے میں شمار ہونے کے زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ دوسروں کی فکر میں رہتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو پھر اس فکر کو اور بڑھا کر دین کی فکر کو اتنا اپنے اوپر غالب کر لیتے ہیں کہ بعض دفعہ ان کے خطوں میں کسی اپنی ذاتی، کسی دوست کی ضرورت کا بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہر وقت یہ فکر ہے کہ دین کی یہ ضرورت پوری ہو، دین کی وہ ضرورت پوری ہو، جماعت کی تربیت میں کمزوری ہے، اللہ تعالیٰ توفیق بخشے کہ ہم اس کمزوری کو دور کر سکیں۔ تبلیغ میں یہ کمزوری ہے اور دیگر مسائل جماعت کے یہ ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے خط ان مشکلات کے ذکر سے بھرپور ہوتے ہیں جو ان کی ذات سے تعلق نہیں رکھتیں۔ ایسے لوگ کیا گھاٹا کھانے والے ہیں؟ کیا ان کا سودا نقصان کا سودا ہے؟ جن کو اپنی ہوش نہیں باقی ہر چیز کی گویا ہوش ہے۔ اپنے بھائیوں کی ہے، دین کے کاموں کی ہے، دین پر پڑنے والی مصیبتوں کی ہے گویا اپنی ذات پر، اپنے عزیزوں پر مصیبت ہی کوئی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ گھاٹا کھانے والے نہیں ہیں کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی دور کرتا ہے بلکہ جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے وہاں سے بات شروع فرمائی ہے، اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے۔ تو یہ امر واقعہ ہے کہ مَیں اپنے ذاتی وسیع تجربے سے آپ کو بتاتا ہوں یعنی جماعت احمدیہ کے ساتھ جو میرا وسیع تعلق ہے اور ساری دنیا کے جماعت کے حالات پر کسی نہ کسی رنگ میں نظر رکھتا ہوں کہ ایسے لوگ جو اپنے بھائی کی ضرورت میں مگن رہتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں، جو جماعتی ضروریات کی خاطر اپنی ضروریات کو بھلا بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ کبھی ان کو بھلاتا نہیں۔ ان کی سب ضروریات کا خود خیال رکھتا ہے اور بسا اوقات دعا کے لئے ہاتھ اٹھنے سے پہلے وہ ان کی ضروریات کو دعا سمجھ کر قبول فرما لیتا ہے اور ان کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔

پس بہت ہی محفوظ زندگی ہے ایسے مومن کی جس کا نقشہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس نصیحت میں کھینچا ہے اس سے بہتر اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ آپ خدا کے بندوں کی ضرورتوں میں مگن رہیں۔ آپ کی طاقت تو کم ہے، آپ تو وہ سب ضرورتیں پوری نہیں کر سکتے۔ لیکن آپ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے آپ کی پشت پر وہ دنیا کا خالق و مالک کھڑا ہو جائے جس کی طاقت میں ہر چیز ہے اس سے اچھا بھی کوئی سودا ہو سکتا ہے؟ کتنا عمدہ، کیسا پیارا، کیسا نفع بخش سودا ہے کہ اپنی ادنیٰ طاقتوں کو آپ نے خدا کے بندوں کے لئے وقف کر دیا یا خدا کی جماعت کی ضروریات کے لئے وقف کر دیا اور اس کی طاقتیں حاصل کر لیں جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ پس بہت ہی عظیم الشان نصیحت ہے یہ۔ اس پر کان دھریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ یہ سو فیصدی سچی بات ہے۔ آپ کی ساری تکلیفوں کے حل ہونے کا راز اس میں پوشیدہ ہے۔

فرماتے ہیں جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف اور بے چینی کو دور کر دیتا ہے۔ جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن پردہ پوشی کرے گا۔

پردہ پوشی کا مضمون بھی اسی طرح بدن سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ باقی سب امور جو مَیں نے بیان کئے ہیں ایک بدن کی مثال سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک انسان جب دیکھتا ہے کہ کسی جگہ سے وہ بے پردہ ہو رہا ہے تو فوراً بے اختیار اس کا ہاتھ اپنی قمیص کی طرف یا اس کپڑے کی طرف جائے گا جو ننگے بدن کو ڈھانپ لے اور بعض دفعہ بجلی کی سُرعت سے، بغیر سوچے سمجھے، از خود ہاتھ حرکت کرتا ہے۔ احساس ہو سہی کہ کہیں سے مَیں ننگا ہو رہا ہوں اور اپنے جرموں پر بھی اور اپنی کمزوریوں پر بھی پردہ ڈالنے کے لئے تو انسان اتنی اتنی کوششیں کرتا ہے کہ بعض دفعہ وہ کوششیں دھوکہ دہی تک پہنچ جاتی ہیں۔ شرم سے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنا اور ان پر پردہ ڈالنا اَور بات ہے لیکن دھوکہ دہی کی خاطر جو نہیں ہے وہ دکھانا وہ اور چیز ہے۔ تو پردہ پوشی بعض دفعہ بے احتیاطی کے ساتھ کی جائے اور انسان کا ضمیر عموماً اس معاملے میں انسان کو بے احتیاطی پر مجبور کر ہی دیتا ہے۔ تو وہ دکھاوے پر منتج ہو جاتی ہے، وہ منافقت پر منتج ہو جاتی ہے، اتنا گہرا مادہ انسان کے اندر اپنے ننگ اور عیوب کو ڈھانپنے کا فطرةً ودیعت کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے تمہیں ایک بدن قرار دیا، جب تم سے مجھے یہ توقعات ہیں کہ ایک جسم کی طرح اپنے بھائیوں سے سلوک کرو گے جس طرح ایک جسم کے ہر عضو سے تمہاری روح، تمہارا دماغ، تمہارا شعور سلوک کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح اپنی پردہ پوشی کرتے ہو غیر کی بھی پردہ پوشی کرو۔ اور پردہ پوشی کے مضمون میں اس دنیا کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قیامت کا ذکر فرمایا ہے۔ ضرورتیں پوری کرنے کے مضمون کا جہاں تک تعلق ہے وہاں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرورتیں پوری کر دے گا۔ پردہ پوشی کے تعلق میں اس دنیا کا ذکر ہی کوئی نہیں قیامت تک بات پہنچا دی۔ یہ اس بات کی گہری اور قطعی دلیل ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، اللہ کے نور سے کلام کرتے تھے اور یہ حدیث یقیناً سچی حدیث ہے۔ کیونکہ ایک عام باتیں کرنے والا انسان، عام نصیحت کرنے والا انسان از خود اس موقع پر یہی کہے گا کہ تم کسی کی پردہ پوشی کرو خدا تمہاری یہاں پردہ پوشی کرے گا۔ اچانک اس بات کو اٹھا کر قیامت تک پہنچا دینا اس میں ایک گہری حکمت ہے۔ باقی تمام ضرورتوں کا تعلق دنیا سے ہے اور قیامت کی پردہ پوشی کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی پردہ پوشی اس میں شامل ہے۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جن کے عیوب اس دنیا میں ننگے نہیں ہوں گے مگر قیامت کے دن ضرور ننگے کئے جائیں گے۔

پس آخری پردہ پوشی وہی ہے جو قیامت کے دن ہو گی اور قیامت کے ذکر میں دنیا کی پردہ پوشی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بھلا نہیں دیا، نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے کہ وہ دن جبکہ دنیا میں سب ڈھکے ہوئے پردے اگر خدا چاہے گا تو اتار دئے جائیں گے اور ہر ڈھکے ہوئے بدن کو ننگا بدن دکھایا جائے گا اس دن تمہارے بھائی کی پردہ پوشی تمہارے کام آئے گی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے عیوب کا پردہ بن کر تمہاری کمزوریوں کے سامنے آ کھڑی ہو گی۔ اگر وہاں پردہ پوشی ہے تو اس دنیا میں لازماً ہے یہ اس کے اندر شامل بات ہے۔ کیونکہ وہ دنیا جس نے یہاں کسی کا ننگ دیکھ لیا، قیامت کے دن دوبارہ دیکھے نہ دیکھے باخبر تو ہو گی مگر وہ پردہ پوشی اس مضمون کا انتہائی مقام ہے۔ تم نہ یہاں ننگے کئے جاؤ گے نہ وہاں ننگے کئے جاؤ گے۔ اتنی عظیم الشان خوشخبری ہے اور سب سے زیادہ دنیا اس بات سے غافل ہے۔ اپنے بھائی کے عیوب کو تلاش کرنا جس کے خلاف قرآن کریم کی واضح نصیحت موجود ہے، ہدایت ہے ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ ہرگز تجسّس اختیار کر کے اپنے بھائیوں کی کمزوریاں نہ پکڑا کرو اس سے کلیۃً غافل بلکہ آگے بڑھ کر کمزوریاں تلاش کرتے، ان کے متعلق باتیں کرتے، سوسائٹی میں وہ خبریں پھیلاتے اور خاص طور پر عورتوں میں یہ بیماری ہے اور مردوں میں بھی ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پردہ پوشی کے مضمون کو تو درجۂ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ جب مَیں نے یہ ذکر کیا کہ باقی سب انبیاء کی نصیحتیں دیکھ لیں اور مقابلہ کر کے دیکھیں تو بعض غیر مذاہب والے جب اس بات کو سنتے ہیں یا سنیں گے تو وہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید اپنے نبی کی تعریفیں تو ہر ایک کرتا ہی ہے۔ مگر جب مَیں مضمون بیان کر رہا ہوں اس پر دیانتداری سے غور تو کر کے دیکھیں، کوئی ایسی مثال تو نکال کے دکھائیں کہ کسی دنیا کے نبی نے پردہ پوشی کے مضمون کو اس شان سے بیان کیا ہو اور اس تفصیل سے بیان کیا ہو اور اس گہری حکمت اور فراست سے بیان کیا ہو۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جو تعلیم اتری ہے اس نے اس کے سارے پہلوؤں کو ڈھانپ لیا ہے۔ ﴿لَا تَجَسَّسُوْا﴾ فرمایا ہے کہ ذکر کرنا تو بعد کی بات ہے، نظر ہی نہ ڈالو، تلاش ہی نہ کرو۔ تمہارے سامنے اگر کسی کی کمزوری آ جاتی ہے تو اس سے بھی آنکھیں بند کرنے کی کوشش کرو۔ بعض معاملات میں اس کی اجازت نہیں ہے اس کا ذکر بھی ضروری ہے لیکن وہ مَیں بعد میں کروں گا۔ عام طور پر جو بھائیوں کی کمزوریاں ہیں ان کے متعلق یہ تعلیم ہے اور اس ضمن میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تعلیم کو اس حد تک آگے بڑھا دیا ہے کہ وہ زمانہ جب کہ خط و کتابت کا رواج ہی نہیں تھا، شاذ کے طور پر لوگ خط لکھا کرتے تھے، اس وقت یہ تعلیم دی کہ کسی کا خط نہ پڑھو۔ حالانکہ یہ مضمون آج کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے اور آج بھی بہت بے وقوف اور متجسس لوگ ایسے ہیں جو چوری ایک دوسرے کے خط پڑھتے، پھر ان کو احتیاط سے کھولتے اور اسی طرح بند کرتے ہیں اور بتاتے ہیں گویا ہمیں پتہ نہیں لگا اور گھر میں بہو بیٹیوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں۔ بعض لوگ گھر میں کسی کی بیٹی آ جائے تو یہ دیکھنے کے لئے کہ اپنے ماں باپ کو کیا لکھتی ہے یا اس کے ماں باپ اس کو کیا لکھتے ہیں وہ اس کے خطوں کو اس طرح خفیہ خفیہ کھولتے اور اس کے ارادوں کو معلوم کرتے ہیں حالانکہ یہ شدید گناہ ہے۔ ایسی بات ہے جیسے جہنم کی آگ اپنی آنکھوں کے لئے مانگی جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بڑی تنبیہ کے ساتھ اس بات سے منع فرمایا ہے۔

آج کل ایک ایسی چیز بھی ایجاد ہو چکی ہے جو اس زمانے میں نہیں تھی مگر خط کا مضمون اس پر بھی حاوی ہے اور وہ ٹیلیفون ہے۔ بعض لوگ بڑی عمر کو پہنچ جاتے ہیں لیکن ایسے بیوقوف اور بیمار ہوتے ہیں کہ ان کو مزہ ہی اس بات میں آتا ہے، یہی چسکا بنایا ہوا ہے زندگی کا، کہ گھر میں بیٹھے لوگوں کے فون سن رہے ہیں اور یورپ میں تو ایسے لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی یہ بن چکا ہے کہ بعض آلات کے ذریعہ وہ لوگوں کے ٹیلیفون سنتے ہیں۔ چنانچہ انگلستان میں ایک مشہور واقعہ ہوا ہے جس کے ساتھ سارے ملک میں بڑی دیر تک شور پڑا رہا کہ ایک شہزادی کے ٹیلیفون کو ایک ظالم آدمی نے اسی طرح بعض خاص آلات کے ذریعہ سننا شروع کیا، اس کی ریکارڈنگ کی، اس کی ریکارڈنگ کو اخبارات کے سامنے بیچا اور اس بے چاری کی، اس طرح اس کی بدی اور فطری کمزوری کی تشہیر کی اور انہوں نے ٹیلیفون کال کی بڑی قیمت مقرر کر دی کہ یہ پیسے دو گے تو پھر تمہیں ہمارا ٹیلیفون نمبر ملے گا جہاں تم کچھ دیر کے لئے ریکارڈنگ سن سکو گے جو اس شہزادی نے اپنے طور پر کسی سے کی تھی۔ اور پتہ لگا کہ اتنا زیادہ کالوں کا رجحان تھا کہ وہ فون بار بار ''ڈراپ'' کر جاتا تھا۔ اور بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے لوگ چسکے لینے کے لئے اس پرائیویٹ گفتگو کو سنتے تھے۔

تو دیکھیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے انسان کے ذاتی امور کی حرمت کو کس شان سے بیان فرمایا ہے۔ کیسی پاکیزہ سوسائٹی کو جنم دیا ہے جس کا تصور آج چودہ سو سال بعد بھی ایسے ملک میں بھی موجود نہیں جو اپنے آپ کو ''سویلائزیشن'' کے بلند ترین مقام پر بیان کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ''ڈیما کریسی'' اور انسان کے ذاتی حقوق کے جیسے ہم علمبردار ہیں ایسے دنیا میں اور کوئی نہیں اور امر واقع بھی یہ ہے کہ دنیا کی نسبتوں سے جیسا انگلستان کو ''ڈیما کریسی'' کے اوپر فخر کا حق ہے ویسا دنیا میں اور کسی قوم کو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے باوجود نفسی آزادی اور نفسی حق کی حفاظت کا وہ تصور وہاں نہیں ملتا جو چودہ سو سال پہلے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمارے سامنے پیش فرمایا اور اس میں جیسا کہ مَیں نے خط کے تعلق سے بیان کیا ہے ٹیلیفون کال، الگ بیٹھ کر باتیں کرنا، یہ ساری چیزیں شامل ہو جاتی ہیں۔ ہر تجسّس سے آپ کو روکا گیا ہے اور ساتھ یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ اگر سن لو تو پھر اپنے تک رکھو پھر پردہ دری نہ کرنا۔ جہاں یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر تم پردہ پوشی کرو گے تو اللہ قیامت کے دن تمہاری پردہ پوشی فرمائے گا، وہاں اس میں یہ تنبیہ بھی شامل ہے کہ اگر پردہ دری کرو گے تو قیامت کے دن تمہاری پردہ پوشی کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اور جس کی قیامت کے دن پردہ دری ہو گی اس کی دنیا میں بھی پردہ دری ہوتی ہے۔

پس اس بہت ہی پاک اور گہری نصیحت کو اپنے معاشرے کی اصلاح کے لئے غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے اختیار کریں۔ اگر آپ ان چند نصیحتوں کو اختیار کریں جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے اور ایسی بہت سی ہیں جن کا بعد میں انشاء اللہ اس خطبات کے سلسلے میں ذکر آتا رہے گا تو آپ اپنے معاشرے کو جنت نشان معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ اپنی طبیعت کے تجسّسات پر نفرت کی نگاہ ڈالیں، ان کو چھوڑ دیں، یہ کمینی لذتیں ہیں، ان سے کوئی فائدہ نہیں، ان سے گھروں کے امن اٹھ جاتے ہیں۔ ایک بھائی کو اپنے بھائی پر اعتماد باقی نہیں رہتا، ایک بہو کو اپنے خُسر یا اپنی ساس پر اعتماد باقی نہیں رہتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے میری جستجو میں ہیں، اس طرف لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح میری کوئی مخفی بات کسی کے علم میں آ جائے۔ چنانچہ یہ ہوتا ہے اور اس حد تک ہوتا ہے کہ بعد میں جب مقدمات چلتے ہیں تو بعض دفعہ مجھے لکھا جاتا ہے کہ ہم نے خود اس بہو کا خط پکڑا ہوا ہے اس میں یہ بات لکھی ہوئی تھی۔ اب بتائیں ہمارا یہ رویہ درست ہے کہ نہیں۔ ان کو مَیں کہتا ہوں تمہارا رویہ، تم جو کچھ کہو ایک شیطانی رویہ تھا۔ تمہیں کوئی حق نہیں تھا کہ اپنی بہو کے ایسے خط کو پڑھو اور کوئی حق نہیں ہے کہ اب اسے عدالتوں میں یا میرے سامنے پیش کرو۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کو غیر معمولی اہمیت دیں۔ آپ کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بھی قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کی امن کی ضمانتیں دی گئی ہیں اس ضمانت کے نیچے آ جائیں، اسی کا سایہ ہے جو امن بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد اقامۃ الصلوٰۃ سے قبل حضور نے فرمایا:

''جو دوست باہر سے آئے ہوئے ہیں ان کو ان کے ساتھی یہ سمجھا دیں کہ ہم نمازیں جمع کریں گے اور عصر کی نماز دوگانہ ہو گی۔ جو مسافر ہیں جو آج کے اجلاس میں شرکت کے لئے دوسرے شہروں سے آئے ہیں وہ میرے ساتھ دوگانہ رکعتوں کے بعد سلام پھیریں گے، جو مقامی دوست ہیں وہ بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو کر اپنی روزمرہ کی عصر کی چار رکعتیں پوری کریں گے۔

جدید مہلک ہتھیار

(زبیر خلیل خان۔ جرمنی)

۱۹۹۱ء میں امریکہ عراق جنگ کے دوران عراقی افواج نے بمباری کر کے کویت میں واقع تیل کے کنوؤں میں خوفناک آگ بھڑکا دی تھی۔ اس آگ کی وجہ سے فضا سخت کثیف ہو گئی تھی اور امریکہ کے بہت سارے جنگی ہوائی جہاز اپنا گولہ بارود استعمال کئے بغیر واپس چلے جاتے تھے۔ کیونکہ ان جہازوں میں نصب Laser Guided سسٹم کثیف فضا کی وجہ سے اپنے ہدف کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس مشکل کے پیش نظر امریکی فضائیہ کے چیف آف جنرل سٹاف Meril Mc Peak نے ارادہ کیا کہ آئندہ ایسا سسٹم تیار کیا جائے جو ہر قسم کی فضا میں مؤثر اور کارگر ہو۔ چند سالوں کی کاوشوں کے بعد ۱۹۹۸ء میں یہ سسٹم تیار کر لیا گیا۔ اس نئے Smart کے مطابق Guided System (Global یعنی GPS کو Bomb Positioning System) سیٹلائٹ کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ اور اب یہ بم ہر قسم کی فضا میں ٹھیک نشانہ پر فائر کیا جاسکتا ہے۔ اس تمام سسٹم کو جسے JDAM یعنی (Joint Direct Attack Munition) کا نام دیا گیا ہے، امریکن بوئنگ فرم نے انتہائی سستے داموں تیار کر کے امریکی وفاعی محکمہ Pentagon کو مہیا کر دیا ہے۔ ۱۹۹۱ء میں کروز میزائل داغنے پر ایک ملین ڈالر خرچ کے مقابلہ پر اب اس سسٹم کے تحت وہی کام ۲۷ ہزار ڈالر میں ہو جاتا ہے۔ اس سسٹم کے تحت داغے جانے والے بم کے حصہ پر JDAM Tail Kit باندھ دی جاتی ہے اور ہر قسم کے پروگرام کو تیار کر کے JDAM کے کمپیوٹر میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ بم کو ہر وقت معلوم ہوتا رہتا ہے کہ وہ کس وقت پر کس مقام پر ہے۔

جہاز سے فائر کرنے کے بعد سسٹم کا کنٹرول GPS سیٹلائٹ سنبھال لیتا ہے۔ پھر سیٹلائٹ کی ہدایات کے مطابق بم پر لگائے گئے ایلومینیم کے چھُری نما پر، بم کو سیدھا ہدف کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس سسٹم کے تحت اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ داغا جانے والا بم اپنے ہدف کے ۱۳ میٹر کے ایریا کے اندر اندر پھٹے۔ امریکی فضائیہ کے ایک جنرل کے مطابق حالیہ افغانستان جنگ میں اس سسٹم کے جو نتائج نکلے وہ بے انتہا درست تھے اور یہ بم اپنے ہدف کے تین میٹر کے ایریا کے اندر پھٹتے رہے۔

دشمن کی طرف سے اگر GPS سیٹلائٹ کو جام بھی کر دیا جائے تو بھی JDAM سسٹم کام کرتا رہتا ہے اور بم اپنے ہدف کے ۳۰ میٹر کے اندر اندر پھٹ جاتا ہے۔ آئندہ ممکنہ جنگ میں بعض سیاسی مصلحتوں کی خاطر امریکہ سول آبادی کا کم سے کم نقصان کرنا چاہتا ہے۔ لہذا کوشش کی جا رہی ہے کہ بم ٹھیک ٹھیک نشانوں پر داغے جائیں۔

اس سسٹم میں پائلٹ کی حفاظت بھی یقینی بنائی گئی ہے۔ لیزر گائیڈڈ سسٹم میں جہاز پانچ ہزار میٹر سے ہدف پر بم داغتا تھا لیکن اب وہ گیارہ تا چوبیس ہزار میٹر کی دوری سے بم داغ سکتا ہے۔ اسی طرح کروز میزائل داغنے پر ایک گھنٹہ درکار ہوتا تھا جبکہ اس سسٹم کے تحت اب یہ کام صرف دس منٹ میں ہو جاتا ہے۔

۱۹۹۱ء میں امریکہ کے پاس کروز میزائل داغنے کے لئے بہت سارے جہاز نہیں تھے لیکن اب اس کے پاس B-2 میں 16 اور B-1 میں 24 JDAM ایک وقت میں داغے جاسکتے ہیں۔

امریکہ کی سنٹرل کمانڈ کے جنرل فرینک کے مطابق ۱۹۹۱ء کی خلیج جنگ میں ایک ہدف کے لئے دس جہاز مخصوص کئے جاتے تھے جبکہ اب صرف ایک جہاز کو دو دو ہدف دئے جائیں گے۔

فضائیہ کے جنرل Mc Peak کے مطابق اس سسٹم میں اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو وہ انٹیلی جنس کی ہو گی۔ سسٹم کے تحت کمپیوٹر میں ہدف کے Coordinates کو Calculate کر کے Exact دیا جاتا ہے۔ اگر انٹیلی جنس حاصل کرنے والوں نے یہ Coordinate غلط کر دئے تو بم کسی اور چیز کو نشانہ بنا لے گا۔ ۱۹۹۹ء میں کوسوا جنگ میں بلغراد میں چینی سفارت خانہ پر حملہ اسی غلطی کی وجہ سے ہوا تھا۔ اسی طرح حالیہ افغان جنگ میں بعض رہائشی علاقوں پر جو بم داغے گئے ان میں بھی یہی غلطی کارفرما تھی۔ عراق میں اہداف کے Coordinates اکٹھے کرنے میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا جا رہا ہے۔ امریکی فضائی حملوں میں دفاعی تنصیبات، کمانڈ سنٹرز، ٹی وی اسٹیشن، صدر صدام کے محلات، صدر کی خاص وفادار فوج اور صدر کے آبائی علاقہ Tikrit کو نشانہ بنایا جائے گا۔ چونکہ تمام جنگ کا مقصد صدر صدام کا خاتمہ ہے لہذا عراقی افواج پر زیادہ حملے نہیں کئے جائیں گے۔ صدام حسین کے خاتمہ کے بعد اسی فوج سے عراق میں بعد ازاں نظم و ضبط کا کام لینا مطلوب ہے۔

امریکی افواج کو سب سے بڑا خطرہ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں سے ہے۔ CIA نے اپنی تازہ رپورٹ میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ جب صدام حسین کو حتمی یقین ہو جائے گا کہ اس کی حکومت کا خاتمہ ہونے والا ہے تو وہ یہ ہتھیار ضرور استعمال کرے گا۔ چنانچہ امریکی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ ان ہتھیاروں کا کھوج لگا کر انہیں تلف کر دیں۔ اس مقصد کے لئے تین KH-2 اور تین Locrosse سیٹلائٹ مسلسل ان ہتھیاروں کا کھوج لگا رہے ہیں۔ اسی طرح اسکڈ میزائلوں کی نقل و حرکت کو بھی عرق ریزی سے نوٹ کیا جا رہا ہے۔

Bio اور کیمیکل ہتھیاروں کے لانچنگ پیڈ پر حملہ کے نتیجہ میں بہت بڑی تباہی پھیل سکتی ہے۔ اس لئے امریکن فوج "Agent Defeat" ہتھیار استعمال کرنے کا سوچ رہی ہے۔ اس ہتھیار کے استعمال سے بائیو اور کیمیکل ہتھیاروں میں موجود تباہی پھیلانے والے بنیادی وصف کو تلف کر دیا جاتا ہے اور پھر تباہی نہیں پھیلتی۔ اس کے علاوہ امریکن افواج High Powered Microwave Weapon جسے E-Bomb بھی کہا جاتا ہے اسے بھی استعمال کرنے کا سوچ رہی ہے۔ اس بم کے استعمال سے عراق کے پاس موجود وہ کمپیوٹر سسٹم بالکل ناکارہ ہو جائے گا جس کی مدد سے وہ اپنے بائیو اور کیمیکل ہتھیار استعمال کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ اس قسم کا تجربہ ۱۹۹۹ء میں سربیا میں کامیابی سے کر چکا ہے۔

۳۵ ہزار امریکی فوجی جنرل فرانک اور دیگر رفقاء کار کے ہمراہ علاقہ میں موجود ہیں۔ قطر میں وہ اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رہے ہیں۔ فضائی جنگ کے اہداف حاصل کرنے کے بعد امریکی افواج ترکی، اردن، کویت اور سعودی عرب کی سرزمین سے عراق میں داخل ہوں گی۔

اب تک امریکی منصوبہ سازوں کا یہ ارادہ ہے۔ قدرت کو کیا منظور ہے یہ تو اب وقت ہی بتائے گا۔

(اس مضمون کی تیاری میں امریکی تجزیہ نگار Thompson-Mark کے مضمون "Tools of War" سے مدد لی گئی ہے)۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''تم علوم کی طرف توجہ کرو اور دنیا کے سامنے نئی چیزیں پیش کرو اور یاد رکھو کہ زمانہ کی نئی رَو اور نئی ضرورتوں کے ساتھ تعلق رکھنا نہایت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھ لو، آپ نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن آپ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس قدر انکشافات فرمائے ہیں۔ وہ دنیا کی نئی رَو اور ضرورت کے مطابق ہیں۔ پس تم بھی زمانہ کی رَو اور ضرورت کو ملحوظ رکھو اور یورپین مصنفین کی کتب کا مطالعہ کرو اور دیکھ لو کہ ان کے دماغ کس طرف جا رہے ہیں۔ اگر تم نے اس طرح کام کرنا شروع کر دیا تو تم دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ تمہارے کاموں میں کس طرح برکت ڈالتا ہے اور سلسلہ کا کام کس طرح چلتا ہے۔ لیکن یاد رکھو تمہاری کتابیں حقیقی طور اس وقت مفید کہلائیں گی جب خود عیسائی مصنفین یہ لکھیں کہ ہمیں اس وقت جو مشکلات پیش آرہی ہیں ان کا حل ہمیں انہی کتابوں میں ملا ہے''۔

(مطبوعہ الفضل ۱۱؍فروری ۱۹۵۶ء)

بقیہ: حاصل مطالعہ از صفحہ نمبر ۱۲

فائدہ اٹھا کر ذاتی اغراض پورے کرتے اور سادہ لوح معتقدوں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔

پاکستانی معاشرہ میں پیری مریدی کے رواج نے بہت سی خرابیاں پیدا کر دی ہیں اور روحانی نجات کو ایک قسم کا تجارتی کاروبار بنا دیا گیا ہے۔ لیکن یہ رواج اتنا وسیع ہے اور بعض علاقوں میں اس کا اثر اتنا زیادہ اور شدید ہے کہ اس کی اصلاح کا مسئلہ جس قدر اہم اور ضروری ہے اتنا ہی دشوار بھی ہے۔ جب تک کہ لوگ جاہل اور صحیح مذہب سے ناواقف رہیں گے پیری مریدی کے رواج کی پیدا کردہ گمراہی اور نقصانات سے معاشرے کو محفوظ رکھنے میں بہت سے مشکلات پیش آئیں گی۔ اس برائی کو ختم کرنے کے لئے بڑی دانشمندی کے ساتھ بہت وسیع اور منظّم مہم چلانے اور بتدریج ہر قسم کی موزوں، مؤثر اور مفید تدبیریں اختیار کرنے کی ضرورت ہے''۔ (صفحہ ۲۱۵-۲۱۶)

......☆☆☆......

ہزار بت ہیں یہاں امت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لَااِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ

ہجرت

(آصف محمود باسط۔ سکاٹ لینڈ)

ربوہ ہمارا دارالھجرت ہے یعنی تقسیم ہند کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والے مہاجرین کی پناہ گاہ ہے۔ صرف قادیان ہی نہیں بلکہ بہت سے دوسرے شہروں اور قصبوں کے لوگ یہاں آ کر آباد ہوئے۔ اسی باعث یہاں آباد ہونے والے اپنے اپنے تحت الشعور میں مختلف قسم کے ثقافتی اور تمدنی نقوش ہمراہ لائے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ متنوع ثقافتی ورثہ شعور کی سطح پر رونما ہونا شروع ہوا اور مل جل کر ایک نئی اور مکمل ثقافت نے جنم لیا۔ ایسی ثقافت کو عمرانیات کی زبان میں Super Culture یا بالائے ثقافت کہیں گے۔

یہ سپر کلچر دنیا کے دوسرے سپر کلچرز سے مختلف اور ممتاز اس لئے تھا کہ اس کے متنوع اجزاء کو باہم یکجا رکھنے والا عنصر مہدیٔ آخر زماں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان تھا۔

جو لوگ ربوہ میں کبھی رہے ہیں وہ اس ثقافت کو خوب جانتے ہیں۔ جو نہیں رہے انہوں نے اس کے بارہ میں سنا ضرور ہو گا۔ صبح کاذب میں کوچہ بہ کوچہ گونجنے والی صدائے "صَلِّ عَلٰی"، ہشاش بشاش نمازیوں کی مسجد میں آمدورفت، بعد نماز فجر سیر کرتے ہوئے سادہ لوح اہالیان ربوہ، آغاز صبح کے ساتھ ہی آغاز زندگی، مصروف صبحیں، پرسکون دوپہریں، شام کے وقت کھیل کے میدانوں میں ورزشی کھیل، بھرپور طریقے سے آباد مسجدیں۔ یہ سب ربوہ کی ثقافت کی ایک جھلک ہے۔

ربوہ کی ثقافت کا ایک اہم پہلو وہ اجلاسات اور اجتماعات ہیں جو محلّے کی مسجدوں میں ہر دوسرے تیسرے روز منعقد ہوتے ہیں۔ جہاں یہ اجلاسات اپنے شرکاء کے لئے روحانی مائدہ کا ماخذ ہیں وہاں یہ ایک Talent Hunt یعنی دریافتِ ہنر میں بھی بہت معاون ہیں۔ انہی اجلاسوں کے طفیل بہت سے نوجوان مقرر، نظم خواں اور منتظمین سامنے آتے ہیں۔ چونکہ میری عمر کا ایک خاصا حصہ ربوہ میں گزرا، مجھے بھی ان اجلاسات میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ ان اجلاسات میں ہماری دیگر جماعتی تقاریب کی طرح آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوتا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آئمہ جماعت کے کلام سے کچھ پڑھا جاتا۔ یہ کلام ایک روحانی تأثیر کا حامل ہوتا ہے۔ بہت سے اشعار ایسے ہوتے ہیں کہ کئی کئی دن ان کی گرفت دل پر محسوس ہوتی۔ ایک شعر جو میرے لئے ہمیشہ بہت پُر تاثیر رہا وہ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر ہے۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

یہ اس نظم کا شعر ہے جو حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان سے ہجرت کے بعد قادیان کے ہجر میں کہی۔ اس شعر میں جذبات کی ایک دنیا آباد ہے، ہجر کا مضمون کوئی اس سے بہتر کیا باندھے گا؟

پھر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا ایک شعر ہجرت سے وابستہ درد کا بہت خوبصورت بیان ہے۔

فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

پھر جب اردو ادب کو کسی حد تک پڑھنے کا موقع ملا تو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ پاکستانی اُردو ادب کا ایک اچھا خاصہ حصہ ہجرت کے درد میں تخلیق ہوا۔ سعادت حسن منٹو، انتظار حسین، احمد ندیم قاسمی اور شعراء میں سرفہرست ناصر کاظمی اور دیگر بہت سے ادیبوں، شاعروں کے یہاں تقسیم ہند کے جذباتی تأثرات دھڑکتے ہوئے صاف محسوس ہوئے۔ ایک عرصہ مجھے یہ گمان رہا کہ چونکہ یہ ادب تقسیم ہند اور ہجرت کے زمانے اور اس سے متصل دہائی میں زیادہ تخلیق ہوا اسی لئے اس میں ہجرت کا درد اس قدر نمایاں ہے مگر پھر ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے میرے اس خیال کی نفی کر دی۔

یہ گزشتہ صدی کی آخری دہائی کے اوائل کی بات ہے۔ ایک شخص جو لگ بھگ نصف صدی پہلے اپنے وطن سے ہجرت کر گیا تھا، پہلی بار اپنے وطن لوٹ رہا تھا۔ یہ بات عام حالات میں بھی تاریخی اور جذباتی معلوم ہوتی ہے مگر یہ واقعہ عام حالات میں رونما نہیں ہو رہا تھا۔ یہ شخص کوئی عام آدمی نہیں تھا۔ یہ شخص تو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ تھا۔ یہ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تھے جو تقریباً نصف صدی بعد اپنے دیس میں اپنی بستی میں قدم رکھ رہے تھے۔

آپ کے چہرے پر وہی شگفتہ مسکراہٹ تھی جو آپ سے محبت کرنے والوں کو زندگی بخشتی ہے۔ چند روز بعد جلسہ سالانہ کی تقریب ہونے والی تھی۔ آپ کی قادیان میں آمد کے روز اور جلسہ کی افتتاحی تقریب کے درمیانی عرصہ میں آپ کے دل کی حالت آپ کے چہرے پر نظر نہ آئی۔ پھر جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا اور اس تقریب میں آپ کی لکھی ہوئی وہ نظم پڑھی گئی جس نے حاضرین، سامعین، ناظرین، ہر کسی کے جذبات میں تلاطم برپا کر دیا۔

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا
جیسی سندر تھی وہ بستی ویسا وہ گھر بھی سندر تھا

ایک ایک لفظ اپنے ساتھ کئی کئی آنسو لے کر آتا۔ ہر شعر اپنے اندر حیرت کی ایک لہر لئے ہوئے ہوتا۔ حیرت اس بات کی کہ نصف صدی بعد بھی ایک شخص اپنی بستی، اپنے دیس، اپنی مٹی کو یوں ٹوٹ کر یاد کرتا ہے۔

جب حضور نے قادیان سے ہجرت کی تو اوائل نوجوانی کی عمر میں تھے۔ پھر عمر کا بیشتر حصہ کہیں اور گزرا مگر ہجرت کا دکھ اتنا گہرا اور اتنا تازہ کہ جیسے آج ہی لگا ہو۔ اس روز مجھے Image Psychology پر یقین ہو گیا۔ میرا دل یہ ماننے پر مجبور ہو گیا کہ ہجرت کے دردناک عمل کے دوران انسان اپنی جڑوں کو کاٹتے ہوئے جڑوں کے جو حصے زمین میں ہی چھوڑ آتا ہے ان حصوں کا ہجرت کر جانے والے حصوں سے ایک گہرا ربط ضرور رہتا ہے۔ یہ نظم سن کر میں نے یہ سوچا کہ ہجرت کرنے والوں کے لئے درست اصطلاح مہاجر ہے یا مجبور؟؟

دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں محسوس کیا جا سکتا ہے، کرایا نہیں جا سکتا۔ تجربہ بھی ایک ایسی ہی چیز ہے۔ جو شخص کسی تجربے میں سے گزرتا ہے اس کے تمام محسوسات کا ادراک جیسے وہ کر سکتا ہے کوئی دوسرا کبھی نہیں کر سکتا۔ ہجرت سے میری تمام تر واقفیت مشاہدہ کی حد تک تھی۔ مجھ اس کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ تجربہ حق الیقین ہے۔ بہت سے لوگ علم الیقین اور عین الیقین سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ بعض مجھ جیسے حق الیقین پر اندھا یقین رکھتے ہیں۔

ہجرت سے میرا تعارف اس لئے بھی بہت قریبی تھا کہ میرے والد مولانا عبدالباسط شاہد صاحب خود تقسیم ہند کے وقت قادیان سے ہجرت کر کے ربوہ آئے تھے۔ اپنے ابّو کے بارہ میں میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ وہ بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔ میں نے بہت کم ایسا دیکھا ہے کہ ان کے جذبات ان کے اوپر غالب آ جاتے ہوں۔ بہت کم چیزیں ہیں جن کے ذکر پر میں نے انہیں جذباتی ہوتے دیکھا اور ان میں سے ایک قادیان کا ذکر بھی ہے۔ اہالیان قادیان اور قادیان کے گلی کوچوں، محلّوں کا ذکر وہ جس پُر خلوص عقیدت، محبت، احترام اور اداسی سے کرتے ہیں وہ ہجرت کے درد کے مشاہدہ کے طور پر بہت کافی ہے۔ شاید بشری کمزوری کے تحت مگر میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہر انسان کے جذبات اور محسوسات جدا جدا ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ جس طرح اور لوگ محسوس کریں ہر کسی کے محسوسات ویسے ہی ہوں۔

اپریل ۲۰۰۱ء میں حالات نے خود مجھے ہجرت کے تجربے سے دوچار کیا۔ اپنا وطن، اپنی مٹی چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہ تھا مگر ایسا کرنا پڑا۔ مجھے ہجرت کے درد کا پہلا تجربہ تب ہوا جب طیارے نے لاہور کے ہوائی مستقر پر آہستہ خرامی سے چلنا شروع کیا۔ تب میں نے پہلی بار واقعی سنجیدگی سے سوچا کہ یہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ پھر، جیسا کہ طیارہ بہت تیز رفتاری سے رن وے پر دوڑا۔ یہ ایک عجیب گھڑی تھی۔ وہ گھڑی جس میں انسان اپنے کسی فیصلے پر نظر ثانی کرتا ہے اور نظر ثانی کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ پھر طیارے کی رن وے پر یہ سبک خرامی ہوتی بھی چند ثانیوں کی ہے۔ اچانک طیارے کے پہیوں نے میری زمین کو چھوڑ دیا۔ جونہی پہیے زمین سے جدا ہوئے ایک دلدوز آواز آئی۔ یہ آواز مانوس سی آواز تھی۔ یہ آواز اس آواز سے ملتی جلتی تھی جو برقی آری کے کسی بہت تناور درخت کی جڑوں پر چلنے سے آتی ہے۔ لاہور جگمگاتا ہوا دور ہوتا جا رہا تھا۔ میں اس سے اور وہ مجھ سے نظریں چُرا رہا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے شرمندہ تھے۔

حقُّ الیقین اسی چیز کا نام ہے نا کہ انسان آگ کو ہاتھ لگا کر دیکھ لے۔ سو میں حقُّ الیقین کے تجربے میں سے پورے سات گھنٹے گزرتا رہا۔ اپنے پورے وجود سمیت، بلکہ آدھے وجود سمیت کہ آدھا تو کہیں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ آنسوؤں نے بند توڑ دئے۔ مگر یہ آنسو میری اپنی ذات کے لئے کم اور ان ہستیوں کے لئے زیادہ تھے جو اس وقت مجھے بہت شدّت سے یاد آئیں۔ پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کہ جنہیں صبح کاذب کی نیم تاریکی میں مکہ کی پاک بستی چھوڑنا پڑی، حضرت مصلح موعودؓ کہ جنہیں دارالمسیح کی بابرکت مٹی کو خیر باد کہنا پڑا، وہ تمام لوگ جو ان کے ساتھ ہجرت کر کے آئے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کہ جنہیں ہجرت پہ ہجرت کرتے ربوہ سے بھی جدا ہونا پڑا۔ میں جو ہجرت کر رہا تھا وہ تو ان عظیم ہستیوں کی ہجرت کی خاک پا کے برابر بھی نہ تھی۔ اپنے لئے جو آنسو آئے وہ شاید اسی بات پر آئے۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ مغرب کی تیز رفتار زندگی بہت جلد انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ مجھے آج ہجرت کئے چھ ماہ ہونے کو آئے ہیں مگر کم از کم اس بات کا حقُّ الیقین مجھے ابھی تک نہیں ہوا۔ مجھے آج بھی اپنا وطن، اپنی مٹی، اپنا دیس اسی شدت سے یاد آتا ہے جس شدت سے پہلے روز آتا تھا۔ دل دکھانے والی باتیں تو بہت ہیں مگر دل کو سکینت دینے والی بہت کم۔ مگر یہ بہت کم باتیں دراصل سچی اور حقیقی باتیں ہیں۔ یہ کم ہو کر بھی دل کو دکھ دینے والی باتوں پر حاوی ہیں۔

میرے دل کو جن باتوں سے تسلی ہوتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام واحد مذہب ہے جو توبہ اور استغفار کے دروازے ہمہ وقت کھلے رکھتا ہے بشرطیکہ سچے دل سے کی جائے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دین کے لئے ہجرت کی اُسے اس کا اجر ملے گا اور جس نے دنیا کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اسی نظر سے دیکھے گا۔

مغربی ممالک میں آباد جماعت احمدیہ کے بہت سے افراد ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں۔ سب نے کسی خاص نیت سے ہجرت کی ہو گی۔ نیتوں کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ ان کے معاملے میں بندے اور خدا کے سوا تیسرا کوئی نہیں ہوتا۔

جب پیارے آقا آنحضور ﷺ ایک صحابی کے نوتعمیر شدہ گھر میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک کھڑکی مسجد کے رخ کو کھلتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ انہوں نے وہ کھڑکی وہاں کیوں رکھی ہے۔ صحابی نے جواب دیا تاکہ اس طرف سے تازہ ہوا گھر میں آئے۔ آپؐ نے فرمایا کاش تم نے یہ نیّت کی ہوتی کہ اس میں سے اذان کی آواز گھر میں آئے۔

آپؐ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو شرمندہ کرنا آپؐ کے مزاج کا حصہ نہ تھا۔ سو اس واقعہ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ نیّت کو درست کرنے کی اور نئی نیّت کرنے کی گنجائش رہتی ہے بشرطیکہ سچے دل سے کی جائے۔ نیّت کے مضمون کا یہ پہلو استغفار کے مضمون سے مشابہ ہے۔

سو ہجرت تو ہم کر چکے ہیں۔ ہجرت کے پیچھے نیت جدا جدا ہو گی لیکن دل میں جھانکیں تو دل گواہی دیتا ہے کہ اگر آج بھی ہم نیتوں کو ٹٹولیں، نیتوں کو نیک اور خدا تعالیٰ کی خاطر کرلیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں مایوس نہیں ہونے دے گا۔ اگر ہم ایسا کرلیں تو نہ ہمیں کوئی خوف ہو گا اور نہ ہم غمگین ہوں گے۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

The "AL-FAZL DIGEST",
22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL UK.

محترم قارئین کو سالِ نو مبارک ہو۔ "الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ میں قریباً پچاس نئے مضامین شامل کئے جارہے ہیں۔ اس کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

سیرۃ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۸؍جون ۲۰۰۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرۃ پر ایک مضمون (مرتبہ: مکرم انتصار نذر صاحب) شامل اشاعت ہے۔

۱۹۷۰ء میں حضورؒ نے یورپ کا جو دورہ فرمایا اس میں محترم چودھری ظہور احمد باجوہ صاحب کو بھی ہمرکاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ سپین میں سفر کے دوران حضورؒ کی کار بغیر کسی پروگرام کے ایک قلعہ کی طرف مُڑ گئی جو آثار قدیمہ میں تبدیل ہوچکا تھا۔ حضورؒ دیر تک ان کھنڈرات میں گھومتے رہے اور پھر مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب سے فرمایا کہ حکومت سے یہ جگہ مقاطعہ پر حاصل کرنے کے لئے درخواست دیں، ہم سالانہ کرایہ ادا کرتے رہیں گے، آپ یہاں ڈیرہ لگالیں۔

حضورؒ سپین میں اُس مسجد میں بھی گئے جہاں طارق بن زیاد نے پہلی نماز ادا کی تھی۔ تاریخ اسلام کا ذکر کرتے کرتے حضورؒ خاموش ہوگئے اور پھر مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب سے فرمایا کہ حکومت کو درخواست دیں کہ یہ مسجد بیس سال کے لئے ہمیں دیدی جائے...... اتنے عرصہ میں شاید اللہ تعالیٰ کوئی اَور راہ کھول دے۔ چنانچہ اس مسجد کے حصول کی کوشش ہوئی لیکن کامیابی نہ ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کی تضرعات کو سنا اور بیس کی بجائے دس سال کے بعد ہی توفیق عطا فرمائی کہ اپنے دست مبارک سے سرزمین ہسپانیہ میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھیں۔

۱۹۷۳ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ صدر اور وزیراعظم کے حلف کے الفاظ ایسے ہوں جن سے احمدیوں کے لئے ان عہدوں پر منتخب ہونا ممکن نہ رہے تو کسی نے تجویز پیش کی کہ ہم ایسی قرارداد اسمبلی میں پیش کروا دیتے ہیں کہ شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی اختلافات بھی سامنے آجائیں اور نہ ختم ہونے والی بحث چھڑ جائے۔ اس پر حضورؒ نے بڑی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں کوئی ایسی بات نہیں کرسکتا جو امّت مسلمہ میں تفرقہ کا باعث بنے۔

حضورؒ کے ایک بیٹے بیان کرتے ہیں کہ حضورؒ کو احکامات شریعت کی پابندی کا بہت خیال ہوتا تھا۔ ایک بار مَیں نے حضورؒ سے کچھ رقم بطور قرض لی۔ جب رقم لے کر واپسی کے لئے مڑا تو فرمایا: رسید دیتے جاؤ کیونکہ خدا اور اُس کے رسول نے قرض تحریر کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضورؒ جب کھانے کی میز پر بیٹھتے تو اُس وقت تک کھانا شروع نہ کرتے جب تک پانی نہ آجاتا کیونکہ آنحضورﷺ کا یہی حکم ہے۔

ایک بار حضورؒ نے مجھے ایک باغ لگوانے کی ذمہ داری سونپی۔ باغات کے ایک ماہر نے مشورہ دیا کہ ایک ایکڑ میں جتنے درخت لگتے ہیں اُس سے زیادہ لگوائیں اور پھر دو سال جتنی ضرورت ہو رکھ کر، باقی کاٹ دیں۔ مَیں نے یہ تجویز حضورؒ کے سامنے رکھی تو فرمایا: بالکل نہیں، آنحضرتﷺ نے پھلدار درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔

مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کو حضورؒ نے ایک بار فرمایا کہ جب مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو مَیں دین کے کام میں پوری طرح لگ جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میری پریشانی کو دُور کردیتا ہے۔

......❀......❀......❀......

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳؍جولائی ۲۰۰۲ء میں مکرم ناصر احمد ظفر بلوچ صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بعض دلگداز یادیں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مضمون نگار سے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ربوہ جب نیا نیا آباد ہورہا تھا تو ایک غیر از جماعت تشریف لائے اور اپنا تعارف کرواکے کہنے لگے کہ مَیں آپ کا ہمسایہ ہوں، اگرچہ آپ میرے جیسے معمولی زمیندار کے تعاون کے محتاج تو نہیں ہیں مگر اس کے باوجود اگر میرے لائق کوئی خدمت یا حکم ہو تو آپ مجھے تعاون کرنے والا پائیں گے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ کانویں والی کے معروف سماجی راہنما مہر محمد محسن لالی صاحب کے ساتھ یہ میری پہلی ملاقات تھی جس نے میرے دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑے۔ بعد میں وہ ممبر اسمبلی بھی رہے۔ جب ربوہ میں پہلا جلسہ سالانہ اپریل ۱۹۴۸ء میں ہونا قرار پایا تو اُس وقت گندم کی فراہمی بہت مشکل نظر آئی۔ اس پر مَیں نے سید سعید احمد شاہ صاحب (ناظم سپلائی) سے کہا کہ وہ مہر صاحب کے پاس جائیں اور اگر وہ گندم فراہم کرنے کا عندیہ دیں تو اُن سے ریٹ دریافت کرنے کی بجائے اُنہیں منہ مانگی قیمت ادا کریں۔ چنانچہ شاہ صاحب نے مہر صاحب کو حضرت میاں صاحبؒ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے بلاتوقف کہا کہ جتنی گندم چاہیں فلاں دن لے جائیں۔ مقررہ تاریخ پر جب شاہ صاحب نے گندم ٹرک پر لدوالی اور رقم کی ادائیگی کا ذکر کیا تو مہر صاحب نے کہا کہ مَیں خود ربوہ حاضر ہوکر میاں صاحب سے رقم لے لوں گا، آپ گندم لے جائیں۔ جب شاہ صاحب نے تذبذب کا اظہار کیا تو مہر صاحب نے سنجیدگی سے فرمایا کہ شاہ صاحب! گندم لے جائیں ورنہ مَیں اپنے ڈرائیور کو حکم دوں گا کہ وہ ٹرک ربوہ لے جائے۔ اس پر شاہ صاحب گندم لے آئے اور حضرت میاں صاحبؒ سے واقعہ بیان کیا۔

غیر معمولی تعاون کا یہ انداز حضرت میاں صاحبؒ کی طبیعت پر بہت گراں تھا۔ آپؒ نے دو تین مرتبہ رقم بھجوائی لیکن کبھی مہر صاحب نہ ملتے اور کبھی کہتے کہ مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکا، میاں صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کردی، مَیں رقم لینے جلد حاضر ہوجاؤں گا۔ لیکن اس کے باوجود تشریف نہ لائے۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ مہر صاحب بیمار ہیں اور لاہور میں مقیم ہیں۔ اس پر آپؒ نے ایک وفد کو عیادت کے لئے بھجوایا اور ساتھ گندم کی قیمت سے زائد رقم بھجوائی۔ وفد کو ہدایت کی کہ یہ رقم اُن کے تکیہ کے پاس رکھ دیں۔ چنانچہ مہر صاحب نے دلی شکریہ کے ساتھ رقم رکھ لی اور اپنی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضورؒ نے نہ صرف احسان کا بدلہ چکاکر دم لیا بلکہ مہر صاحب کی اعلیٰ ظرفی اور غیر معمولی تعاون کو بھی ہمیشہ یاد رکھا۔

حضورؒ کی سیاسی بصیرت اور دُور اندیشی کا کرشمہ تھا کہ ربوہ کے گردونواح کے کئی زمیندار آپؒ سے راہنمائی کو کامیابی کی کلید سمجھا کرتے تھے۔ جب کوئی زمیندار آپؒ سے ملاقات کے لئے آتا تو آپؒ اُس سے پوچھتے کہ اُس کے زیراثر افراد میں کتنے خواندہ ہیں؟۔ پھر فرماتے کہ کیا خواندہ افراد کا لیڈر زیادہ طاقتور ہوتا ہے یا ناخواندہ کا؟۔ اس طرح تعلیم کی اہمیت اجاگر فرماتے۔

کئی خاندانوں کو آپؒ نے ۱۹۵۹ء میں بنیادی جمہوریت کے انتخابات میں کھڑے ہونے کا حوصلہ عطا فرمایا جن میں سے اکثر نے ہمیشہ جماعت کے ساتھ اپنے تعلقات سرسبز رکھے۔ ان میں سے ایک جناب مہر احمد خان صاحب ہرل تھے جو یونین کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ ایک جناب مہر خورشید صاحب سپرا تھے جن کی حضورؒ کی وعدہ پروری اور اثرورسوخ سے تحصیل کونسل میں نامزدگی ہوئی تھی۔

۱۹۷۴ء میں جب ربوہ کے معصوم شہریوں کے خلاف مقدمات قائم ہوئے تو کئی ماہ بعد اُن کی ضمانتوں کی اُمید پر مجھے یہ فریضہ سونپا گیا کہ کم ازکم یک صد ایسے ضامنوں کا انتظام کروں جو زرعی زمین کے مالک ہوں، وہ اپنی اراضی کی فرد ملکیت کے ہمراہ ربوہ تشریف لاویں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تعاون مکرم مہر خورشید احمد صاحب اور اُن کی سپرا برادری نے کیا جو صبح ربوہ تشریف لاتے اور عدالتوں کے اوقات تک دارالضیافت کے سامنے والے پلاٹ میں ہمارے ساتھ بیٹھ کر انتظار کرتے۔ جب علم ہوتا کہ عدالت نے آج ضمانت نہیں لی اور کل کی تاریخ ڈال دی ہے تو واپس چلے جاتے۔ کئی دن تک یہ مخلص ہمسائے تشریف لاتے رہے اور حق دوستی کو کمال اخلاص سے نبھایا۔

......❀......❀......❀......

حضرت امیر بی بی صاحبہؓ

حضرت امیر بی بی صاحبہؓ ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئیں اور ۱۸۹۳ء میں آپؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی سعادت عطا ہوئی۔ آپ حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانیؓ کی اہلیہ اور حضرت مولانا قمرالدین صاحب (پہلے صدر خدام الاحمدیہ) کی والدہ تھیں۔ آپؓ کا ذکر خیر مکرمہ عصمت راجہ صاحبہ کے قلم سے روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵؍جولائی ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جب دوسری شادی ہوئی تو حضرت امیر بی بی صاحبہ چھوٹی سی تھیں اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ دلہن دیکھنے گئیں۔ حضرت اماں جانؓ نے اُس روز آپ سے پوچھا: "کیا تم میری سہیلی بنو گی؟"۔ آپ بہت خوش ہوئیں اور یہ تعلق بھی ساری عمر قائم رہا۔ حضرت اماں جانؓ آپ کے ہاں سیکھواں بھی تشریف لائیں اور آپؓ کا تیار کیا ہوا کھانا کھایا۔

شادی کے بعد حضرت امیر بی بی صاحبہؓ نے بیعت کی۔ آپؓ کی اولاد کافی عرصہ تک پیدا ہوکر فوت ہوجاتی تھی۔ پھر حضرت اقدسؑ کی دعا اور نسخہ سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آپؓ کو ایک بیٹا اور دو بیٹیاں عطا فرمائے جنہوں نے لمبی زندگی پائی۔

آپؓ نے باقاعدہ تعلیم تو حاصل نہیں کی تھی لیکن ذہین ہونے کی وجہ سے گھر میں رہتے ہوئے اپنے تایا سے تعلیم حاصل کرلی تھی۔ سیکھواں میں عورتوں کو جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی آپؓ پڑھایا کرتی تھیں۔ آپؓ کی ایک بیٹی اپنی شادی کے دس سال بعد چار چھوٹے بچے چھوڑ کر وفات پاگئی تو آپؓ نے ہی ان بچوں کی پرورش اور نیک تربیت کی۔ اپنی ساری عمر درویشانہ اور وقار کے ساتھ گزاری۔

آپؓ کی وفات اگست ۱۹۶۴ء میں ۹۵ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپؓ کا وصیت نمبر ۴۱۵ تھا اور پانچویں حصہ کی وصیت تھی۔

......❀......❀......❀......

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۸؍اگست ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالکریم قدسی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

ابھی خوابوں کو تو شرمندۂ تعبیر ہونا ہے
ابھی بکھرے ہوئے لمحات کو زنجیر ہونا ہے
گزرتی ہے جو اہل درد پر اس آپ بیتی کو
ابھی تاریخ کے صفحات پر تحریر ہونا ہے
ابھی تنکوں کی، دل کے آشیانے کو ضرورت ہے
ہمیں کیا آپ کی سارے زمانے کو ضرورت ہے

اعزاز

☆ عزیزم عمر احمد رانا صاحب نے اسلام آباد سپورٹس بورڈ کی طرف سے شرکت کرتے ہوئے بین الصوبائی مقابلہ جات میں سوئمنگ چیمپئن شپ میں دو مقابلہ جات میں دوسری اور دو میں تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ کو سلسلہ احمدیہ کا پہلے شہید ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپؓ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے شاگرد اور ہم وطن تھے۔ ۲۰؍جون ۱۹۰۱ء میں آپؓ کو امیر عبدالرحمٰن والیٔ کابل کے حکم پر گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا اور آپؓ کی شہادت کی خبر نومبر ۱۹۰۱ء میں حضرت مولوی عبدالستار خان صاحبؓ المعروف بزرگ صاحب نے قادیان آکر حضرت مسیح موعودؑ کو دی۔ حضورؑ فرماتے ہیں: "میری جماعت میں اکثر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس سلسلہ کے لئے بہت دکھ اٹھائے ہیں اور بہت ذلتیں اٹھائی ہیں اور جان دینے تک سے فرق نہیں کیا۔ کیا ابدال نہیں ہیں؟ شیخ عبدالرحمٰن۔ امیر عبدالرحمٰن کے سامنے اس سلسلہ کے لئے گلا گھونٹ کر مارا گیا اور اس نے ایک بکری کی طرح اپنے تئیں ذبح کرالیا۔ کیا وہ ابدال میں داخل نہ تھا؟"

حضرت سید احمد نور کابلی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؓ خوبصورت نوجوان تھے۔ میانہ قد، پتلا جسم، تعلیم یافتہ تھے اور مولوی کہہ کر مخاطب کئے جاتے تھے۔ محترم سید محمد احمد افغانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کا آبائی وطن قریہ کندر خیل تھا جو گردیز سے متصل ہے۔ آپؓ کا قبیلہ احمد زئی تھا۔

آپؓ ۱۸۹۷ء سے قبل قادیان آکر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ آپؓ کا نام حضورؑ نے اپنی کتاب "انجام آتھم" میں ۳۱۳؍ اصحاب کی فہرست میں ۱۱۱ نمبر پر درج فرمایا ہے۔

آپؓ کا تعلق مینگل قوم سے تھا اور آپؓ کو امیر کی طرف سے ۲۴۰؍روپے وظیفہ ملتا تھا۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو سید چن بادشاہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" دی تو انہوں نے اسے پڑھنے کے بعد اپنے شاگردوں کو شوق دلایا کہ وہ مسیح موعود کو دیکھیں کہ کہاں ہیں اور کیا حال ہے۔ آپؓ نے کہا کہ "مَیں جاؤں گا"۔ چنانچہ آپؓ قادیان آئے، چند ماہ یہاں قیام فرمایا اور پھر واپس خوست جاکر حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ مزید کتب حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو دیں۔ پھر آپؓ دو دفعہ غالباً مزید آئے۔ پھر جب واپس گئے تو امیر عبدالرحمٰن نے بعض پنجابیوں کے بھڑکانے پر آپؓ کو قید کروادیا اور پھر یہ ثبوت ملنے کے بعد کہ آپؓ مسیح قادیانی کے مرید ہیں، گردن میں کپڑا ڈال کر آپؓ کو شہید کر دیا گیا۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الشہادتین" میں تحریر فرمایا ہے اور اپنے الہام "شاتان تذبحان" کا مصداق آپؓ کو بھی قرار دیا۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳؍مئی ۲۰۰۲ء میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ کے بارہ میں ایک مضمون مکرم محمد شکراللہ صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

اسپرین کا استعمال

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳؍جون ۲۰۰۲ء میں مکرم ڈاکٹر ایس اے اختر صاحب اپنے ایک مختصر مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ اسپرین تقریباً ایک صدی سے درد، بخار اور سوجن کو کم کرنے کے لئے استعمال کی جارہی ہے۔ حال ہی میں اس کی افادیت خون پتلا کرنے والی دوا کے طور پر ثابت ہوئی ہے۔ ایسے مریض جن میں خون کی نالیوں میں خون کے جمنے کی بیماری ہو وہ ۷۵ ملی گرام سے ۱۵۰ ملی گرام تک اسپرین ایک لمبے عرصہ تک لے سکتے ہیں۔ اس طرح دل کے دورہ کا خطرہ پچاس فیصد کم ہو جاتا ہے۔ انجائنا میں مبتلا مریضوں کو تین ماہ تک ۱۵۰ ملی گرام اور پھر غیر معینہ مدت تک ۷۵ ملی گرام اسپرین روزانہ استعمال کرنی چاہئے۔ ذیابیطس میں دل کی بیماری کا خطرہ دو سے تین گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسپرین کو ایسے مریضوں میں دل کا حملہ روکنے کے لئے بنیادی یا ثانوی درجہ کا عامل پایا گیا ہے۔

ذیابیطس کے مریضوں میں آنکھوں کی خرابی کے علاج میں اسپرین کو شروع میں ہی استعمال کرنے سے کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر طرح کے ذیابیطس کے مریضوں (Niddm) کو اسپرین کی ۷۵ ملی گرام کی مقدار روزانہ غیر معینہ مدت تک دی جانی چاہئے جب تک ایسے مخصوص حالات نہ پیدا ہو جائیں کہ اسپرین کی ممانعت کردی جائے۔ اب تک جو تجربات ہوئے ہیں ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ہر صحتمند مرد جس کی عمر ۳۵ سال سے زیادہ ہو، وہ سگریٹ نوشی کرتا ہو اور مرغن غذا کا عادی ہو اور ورزش کم کرے تو اُس کو اسپرین تاحیات استعمال کرنی چاہئے۔

پروفیسر ڈاکٹر امۃالکریم طلعت صاحبہ

ماہنامہ "اخبار احمدیہ" برطانیہ ستمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم ڈاکٹر طلعت علی شیخ صاحب اپنی اہلیہ مکرمہ پروفیسر ڈاکٹر امۃالکریم طلعت صاحبہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ایسی احمدی خواتین میں سے تھیں جنہوں نے مذہبی حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے تعلیم کی اُن بلندیوں کو چھوا جن کو اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور کہا جاسکتا ہے۔

آپ کے والد مکرم ڈاکٹر غلام علی صاحب ضلع شیخوپورہ کے گاؤں چوہر کے ایک قریشی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور فوج میں ڈاکٹر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آپ کی پیدائش ایران کے شہر برجند میں ہوئی جہاں ڈاکٹر صاحب اُن دنوں ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے بعد اُن کا خاندان قادیان منتقل ہو گیا۔ محترمہ امۃالکریم صاحبہ نے وہیں سے میٹرک کیا اور پھر پاکستان بننے کے بعد لاہور منتقل ہو گئیں جہاں F.A. اور B.A. آنرز کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج سے M.A. (عربی) کی ڈگری فرسٹ ڈویژن میں حاصل کی اور صوبہ بھر کی خواتین میں اوّل قرار پائیں۔ جس کی وجہ سے پہلے آپ کو میکلوڈ عربک ریسرچ سکالر شپ ملا اور پھر Ph.D. کی ڈگری کے لئے DAAD جرمن سکالر شپ ملا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ نے پرائمری سے Ph.D. تک میرٹ سکالر شپ حاصل کیا۔

جب آپ نے برقع میں M.A. کر لیا تو آپ کی والدہ نے حضورؓ کی خدمت میں سکالر شپ ملنے اور جرمنی جانے کا ذکر کیا اور اجازت طلب کی تو حضورؓ نے اجازت مرحمت کرتے ہوئے فرمایا: "مردوں سے ہاتھ نہ ملانا"۔ حضورؓ کی بیگم صاحبہ نے پوچھا کہ برقع کا کیا ہوگا۔ امۃالکریم صاحبہ نے عرض کی: M.A. برقع میں کیا ہے تو وہاں بھی برقع پہن لوں گی۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا: وہاں کوئی برقع نہیں پہننے دے گا، تم کھلا گاؤن پہن لینا اور سر پر سکارف باندھ لینا"۔ آپ نے بون (جرمنی) سے ۱۹۵۹ء میں تین مضامین میں highest honour کے ساتھ Ph.D. کی ڈگری حاصل کی۔ مضامین یہ تھے: مشرق علوم (Oriental Studies)، بشریات (Anthropology) اور تقابلہ مذاہب (Comparative Religions)۔

جرمنی سے پاکستان واپس آئیں تو سندھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں سینئر لیکچرار کی پیشکش ہوئی۔ آپ کی والدہ آپ کو ہمراہ لے کر اجازت کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضورؓ نے دریافت فرمایا: "ایم۔اے عربی کے مرد طلبا کو پڑھاؤ گی؟"۔ آپ نے جواباً عرض کی: "ماتوفیقی الّا باللہ"۔ چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ نے سندھ یونیورسٹی میں دس سال تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اور اپنے طلباء وطالبات کو M.A. اور Ph.D. کرواتی رہیں۔ اس دوران پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں میں ایم۔اے عربی اور اسلامیات کی ایگزامینر بھی رہیں۔ ۱۹۷۰ء میں ملکی حالات کے پیش نظر آپ کو یونیورسٹی کی ملازمت چھوڑنی پڑی اور پھر کنٹونمنٹ کالج برائے خواتین پشاور میں پرنسپل کے طور پر مقرر ہوئیں۔ یہ کالج بعد میں فیڈرل گورنمنٹ کالج بن گیا اور پاکستانی آرمی ایجوکیشن کور کے زیر انتظام کام کرتا رہا۔ یہاں بیس برس تک کام کرنے کے اور ۷ سال تک بیسویں گریڈ میں کام کرنے کے بعد ریٹائرڈ ہوئیں۔ دورانِ ملازمت آپ ڈیپوٹیشن پر فرانکفرٹ یونیورسٹی جرمنی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (پاکستان) اور نائیجیریا میں بھی بحیثیت پروفیسر عربک اور اسلامیات کام کرتی رہیں۔ اوپن یونیورسٹی میں تقرری کے دوران آپ PTV پر "العربی سہلاً" پروگرام میں پاکستانی ٹیچر کی حیثیت سے اسباق دیتی رہیں۔ آپ نے متعدد کتب عربی، جرمن، انگریزی اور اردو میں تالیف کیں۔ آپ کی ایک کتاب جو کہ عربی اور جرمن زبان میں لکھی گئی ہے، ترکی کی یونیورسٹیوں میں ریفرنس بُک کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ آپ اردو، پنجابی اور انگریزی کے علاوہ عربی اور جرمن زبانیں بھی روانی سے بولتی تھیں، سندھی زبان بھی لکھ پڑھ لیتی تھیں۔ آپ کا نام اور ہسٹری Biographical Encyclopaedia of Pakistan میں نمایاں طور پر شائع ہوئے۔

محترمہ امۃالکریم صاحبہ نے اپنا عقیدہ چھپانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اگرچہ بارہا آپ کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فضل فرمایا۔ زندگی کے آخری سالوں میں حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے لندن یونیورسٹی میں Comparative Religion کی اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے لیکچرز دیتی رہیں۔ حکومت پاکستان کے ایک نوٹیفکیشن میں آپ کے بارہ میں لکھا گیا:

"Highest qualified lady in her subject and most qualified and experienced Principal of Fedral Govt. Colleges of Pakistan."

مرحومہ پچاس برس سے موصیہ تھیں۔ ۱۸؍مارچ ۲۰۰۲ء کو بعارضہ کینسر لندن میں وفات پائی اور احمدیہ قبرستان بروک ووڈ کے قطعہ موصیان میں تدفین عمل میں آئی۔

محترم ملک حسن خان ریحان صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱؍جون ۲۰۰۲ء میں مکرم ملک حسن خان ریحان صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے آپ کے پوتے مکرم بشیر احمد ریحان صاحب ایڈووکیٹ رقمطراز ہیں کہ ہمارے خاندان میں سب سے پہلے آپ نے قبول احمدیت کی سعادت پائی۔

آپ پرائمری پاس تھے اور پولیس میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے۔ جب ایک سینئر کے بارہ میں آپ کو علم ہوا کہ وہ احمدی ہیں تو آپ اُن سے درشت کلامی سے پیش آتے لیکن وہ جواباً ہمیشہ حسن سلوک کیا کرتے۔ یہی ادا آخر آپکو بھی احمدیت میں کھینچ لائی۔ پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی چند کتب کا مطالعہ کیا، پھر بیعت کا خط لکھ دیا اور جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دست مبارک پر بھی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اگرچہ برادری نے آخر تک بہت دباؤ ڈالا اور کئی بار نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

قبول احمدیت کے بعد آپ دنیا طلبی سے بالکل کنارہ کش ہوگئے اور ہر بُری عادت حتیٰ کہ حقہ وغیرہ بھی پینا چھوڑ دیا۔ یہ افسوس ہمیشہ رہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ دیکھنے کے باوجود کیوں حضورؑ کی دستی بیعت سے محروم رہا۔ پنشن پانے کے بعد اپنے آبائی مسکن چھنی تاجہ ریحان (تحصیل بھلوال) آگئے اور جب آپ کے بیٹے مکرم ملک ولایت خان ریحان صاحب نے تحریک جدید میں ملازمت کی تو آپ بھی ربوہ منتقل ہوگئے۔

جب آپ گاؤں میں تھے تو روزنامہ الفضل اخبار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جاتے اور جگہ جگہ لوگوں کو اخبار سناتے۔ آپ کی کوششوں سے قریبی علاقوں میں دو جماعتیں بھی قائم ہوئیں۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8875 1285
Fax: (020) 8875 0249

Vol. 10 | Friday, January 3, 2003 | Issue No. 1

حاصل مطالعه

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

تحریک احمدیت کا آسمانی نظام اشتہار ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء کی رو سے جن دس ستونوں پر قائم ہے ان میں ایک ستون یہ ہے کہ ’’بیعت کنندہ‘‘ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ اتباع رسم اور متابعت ہواؤ ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بھی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا‘‘۔

اس کے مقابل پوری مسلم دنیا بالخصوص پاکستانی مسلمان جن غیر اسلامی گھناؤنے رسوم و رواج میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کا تصور کرکے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے شادی کی انسانیت سوز رسم

مثال کے طور پر خدا کی مقدس کتاب قرآن مجید سے شادی کی شرمناک رسم ہے جس کی تفصیل پروفیسر شاہد حسین رزاقی کے قلم سے ھدیہ قارئین کی جاتی ہے:۔

’’ذات پات کی غیر اسلامی تقسیم اور اس کی پابندی میں نامناسب شدت پسندی سے جو نہایت برے نتائج نکلتے ہیں ان کی ایک مثال قرآن سے شادی کردینے کی رسم ہے جو سندھ کے سیدوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ دوسری ذات میں لڑکی کو بیاہ دینا بدترین ذلت تصور کرتے ہیں اور اگر کسی سید لڑکی کے لئے کوئی اچھا سید لڑکا نہیں ملتا تو اس کی شادی قرآن سے کردیتے ہیں۔ سندھ کے سید ذات پات کی پابندی میں اتنے سخت ہیں کہ کسی غیر سید لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کردینے کے مقابلے میں اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ ساری عمر لڑکی کی شادی نہ کی جائے، اور اس خیال سے کہ لڑکی کوئی غلط راستہ اختیار نہ کرلے اس کو دلہن بناتے اور اس کے ہاتھوں میں قرآن دے کر کہتے ہیں کہ تمہاری شادی قرآن سے ہو گئی ہے اور اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس نہایت بری رسم کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی موزوں لڑکا مل جائے تب بھی اس لڑکی کی شادی نہیں ہوسکتی، کیونکہ قرآن سے شادی کے بعد اس کی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی اور وہ عمر بھر کنواری رہتی ہے۔ نسبی فضیلت کے غلط تصور کے تحت ان لوگوں نے ایک نہایت بری رسم اختیار کرلی ہے جس کی وجہ سے لڑکیوں پر شدید ظلم ہوتا ہے، اور نادانستہ طور پر قرآن کی بھی توہین کی جاتی ہے‘‘۔

(’’پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج‘‘ صفحہ ۱۱۹۔ ناشر سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور۔اشاعت ۱۹۹۶ء طبع اول)

یہ ملعون رسم سندھ کے طول و عرض میں جس زور شور سے جاری ہے اس کا کسی قدر اندازہ کراچی کے قدیم اور وقیع اخبار ’’ڈان‘‘ کی ۲۱؍نومبر ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں چھپنے والے درج ذیل مراسلہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں یہ لرزہ خیز انکشاف کیا گیا ہے کہ ’’تحفظ ختم نبوت‘‘ کی نام نہاد چیمپئن پارٹی پاکستان پیپلز پارٹی (پارلیمینٹیرین) کے لیڈر مسٹر مخدوم امین فہیم کی چار بہنوں کا رشتہ قرآن مجید سے طے ہوا ہے۔ مراسلہ کے الفاظ یہ ہیں۔

'Married' to Holy Quran ?

ARDESHIR Cowasjee has written in his latest column (Nov 17), quoting an unnamed source, that four sisters of PPP Leader Makhdoom Amin Fahim are 'married' to the Holy Quran. As far as Mr Cowasje is concerned, he is a reliable person but I do not know how far his source can be trusted.

Anyhow, I found it difficult to digest that a liberal, educated and, above all, a poet, like Mr Fahim, could also follow this inhuman tradition.

I have anxiously been waiting for a denial from Mr Fahim, who has, unfortunately, not clarified his position even after several days of the publication of that column.

This tradition has been prevalent in Sindh's feudal society since ages. But it is unbelievable that an enlightened family which has produced distinguished persons like Makhdoom Talibulmaula, could also be involved in such an unethical and un- Islamic practice.

Makhdoom Amin Fahim should clarify his position with regard to this allegation at the earliest because there are hundreds of people like me waiting for his denial.

(DR. G. M. AWAN Karachi)

......☆☆☆......

’’حرم‘‘ رکھنے کی بدترین برائی

جناب پروفیسر شاہد حسین رزّاقی ’’سندھ کے وڈیروں‘‘ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’تعدد ازدواج کی مشروط اجازت کو مردوں کا غیر مشروط حق سمجھ لینے کے غلط نظریہ کی بدولت معاشرے میں جو بدترین خرابیاں پیدا ہو گئیں ان میں حرم رکھنے کا رواج بھی شامل ہے، اور اس کے لئے مسلمان بادشاہ اور امراء ہمیشہ بدنام رہے۔ موجودہ دور میں حرم رکھنے کا رواج ختم ہو گیا ہے اور کسی مہذب قوم میں اس کا وجود نہیں۔ لیکن پاکستان کے ایک علاقے میں یہ اب تک باقی ہے۔ سندھ پاکستان کے ان علاقوں میں سے ہے جہاں کئی شادیاں کرنے کا رواج بہت زیادہ ہے۔ یہاں کے دولت مند اور زمیندار طبقوں میں ایسے لوگ کم ملتے ہیں جن کی دو یا تین بیویاں نہیں ہوتیں۔ ان کے نزدیک کئی شادیاں کرنا دولت و امارت کی ایک علامت ہے اور وہ اس کو معیوب نہیں سمجھتے۔ بڑے بڑے وڈیرے صرف چار شادیاں کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ حرم رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بعض قبیلے ایسے ہیں جن کے لوگ روپیہ لے کر عورتیں وڈیروں کے حوالے کردیتے ہیں اور یہ ان کو حرم میں داخل کرلیتے ہیں۔ ان وڈیروں کے پاس بکثرت دولت ہے جس سے وہ عورتیں حاصل کرلیتے ہیں اور اپنی امارت اور بڑائی کے اظہار کے لئے حرم رکھنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی دولت معاشرے میں ایک بدترین برائی پیدا کرنے کا ذریعہ بن گئی ہے‘‘ (صفحہ ۲۰۲)

......☆☆☆......

پیٹ خریدنے کا بدنما داغ

’’سندھ کے وڈیروں کی دولت نے اس علاقے میں حرم رکھنے کے رواج کے علاوہ ایک اور معاشرتی برائی پیدا کردی ہے اور یہ پیٹ خریدنے کا رواج ہے۔ ادنیٰ طبقہ کی غریب عورتیں اس عجیب رواج کا شکار ہوتی ہیں۔ عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو وڈیرہ اس کو روپے دے کر یہ طے کرلیتا ہے کہ اگر لڑکی پیدا ہو گی تو وہ خود یا اس کا لڑکا، یا کوئی اور عزیز اس لڑکی سے شادی کرے گا۔ عورت روپیہ لے کر اس شرط کی پابند ہو جاتی ہے اور وڈیرے کا حق تسلیم کرلیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس عورت کے اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ وڈیرے کی ملکیت سمجھی جاتی ہے اور اس کے بالغ ہو جانے کے بعد اقرار کے مطابق وڈیرہ اس سے شادی کرلیتا ہے۔ حرم رکھنے اور پیٹ خریدنے کا رواج اگرچہ سندھ میں بھی وڈیروں تک ہی محدود ہے۔ لیکن یہ اس قدر معیوب اور بری چیزیں ہیں کہ ایک بہت ہی محدود طبقے میں بھی ان کا موجود ہونا معاشرے کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے اور اس کو یکسر ختم کردینا بہت ضروری ہے‘‘۔ (صفحہ ۲۰۳)

......☆☆☆......

مکّار پیروں اور مُلّاؤں کا تباہ کُن اور ناجائز تجارتی کاروبار

آخر میں صاحب تصنیف جناب پروفیسر شاہد حسین صاحب رزّاقی کا ’’پیری مریدی‘‘ کے عنوان سے دل ہلا دینے والا نوٹ مطالعہ فرمایئے:۔

’’مسلم معاشرے میں جو بدترین خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ان میں سے پیری مریدی کا رواج کئی اعتبار سے نہایت برا، مُضر اور تباہ کن ہے۔ برّعظیم پاک و ہند میں مسلمانوں کے دور زوال میں یہ برائی بہت پھیل گئی اور جدید تعلیم کی اشاعت اور معاشرے کے حالات میں انقلابی تبدیلیوں کے باوجود یہ اب بھی باقی ہے۔ پیری مریدی کا رواج پاکستان کے تمام علاقوں او رمختلف طبقوں میں ہے اور بعض فرقوں اور قبیلوں کے نظام حیات میں اس کو بنیادی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ جن علاقوں میں جہالت زیادہ ہے وہاں پیری مریدی کا رواج بھی بہت زیادہ اور شدت سے ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں میں دینی، اخلاقی و معاشرتی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

اسلام میں کسی ایسے طبقے کی گنجائش نہیں جو برہمنوں اور پادریوں کی طرح مذہب کا اجارہ دار بن جائے اور جس کی ذاتی خوشنودی یا ناراضگی پر کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کا انحصار ہو۔ چنانچہ مسلم معاشرے میں جو مذہبی طبقہ بن گیا ہے وہ اسلامی تعلیمات کے برعکس غیر اسلامی اثرات کا پیدا کردہ ہے اور اس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی شخص ایک عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل روحانی پیشوا سے اکتساب فیض کرے تو یہ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی طور سے بھی معاشرے کے حق میں مفید ہو گا۔ لیکن مذہب سے بالکل ناواقف، نفس پرست اور مکّار پیروں اور مُلّاؤں سے اندھی عقیدت افراد اور معاشرہ سب کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ عوام کی جہالت اور ان کے مذہبی جذبات سے ناجائز

باقی صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔